آسمانی بلا

عبدالقیوم شاد

اڑن طشتریوں کے بارے میں معلومات کے
شوقین ایک امریکی کروڑپتی کا قصہ۔
سراغرساں کامران شامی کا تازہ کارنامہ۔

لوئیسا نیلسن سے ہماری پہلی ملاقات ہوائی جہاز میں ہوئی تھی۔ وہ ہیتھرو کے ہوائی اڈے سے جہاز میں سوار ہوئی تھی اور ہماری طرح اس کی منزل بھی واشنگٹن تھی۔ اس کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ تاہم اس کی صحت قابلِ رشک تھی اور وہ ہنوز غیر شادی شدہ تھی۔ اس کی گفتگو کا موضوع نظامِ شمسی اور اس پر پائی جانے والی متوقع مخلوق تھی۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ وہ فلائنگ ساسر سوسائٹی کی ممبر بھی ہے۔

"امریکہ کے لوگ سوسائٹی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔" کامران شامی نے اردو میں کہا۔ پھر لوئیسا نیلسن کی طرف دیکھتا ہوا انگریزی میں بولا: "اڑن طشتریاں تو ہمارے ہاں بھی دیکھی گئی ہیں لیکن ہمیں کبھی سوسائٹی بنانے کا خیال نہیں آیا۔" لوئیسا نیلسن نے دلچسپی سے شامی کی طرف دیکھا۔ وہ بات جاری رکھتا ہوا بولا۔ "چند سال پہلے میں نے وادیٔ خیبر کے ایک

ویران پہاڑی مقام پر اُڑن طشتری کو اترتے دیکھا تھا۔"
لوئیسا نیلسن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں: "اوہ ڈیئر کیا تم نے اپنی ان آنکھوں سے اُڑن طشتری کو دیکھا تھا؟"
"انہی دو آنکھوں سے۔" شامی منہ آگے کرتا ہوا بولا: "ہمارے ملک میں آنکھیں بدلنے کا رواج نہیں ہے۔"
"حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز۔" لوئیسا نیلسن نے کہا۔ پھر اپنے پرس سے ایک کارڈ نکال کر شامی کی طرف بڑھایا: "یہ میرے اپارٹمنٹ کا پتہ ہے۔ پرسوں سوسائٹی کے ممبران کی میٹنگ ہے۔ میں تمہیں اس میٹنگ میں شرکت کی دعوت دیتی ہوں۔ ممبران کے لئے تمہارا مشاہدہ دلچسپی کا باعث ہو گا۔"
شامی نے کارڈ پر ایک نظر ڈالی اور اُسے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "میں آنے کی کوشش کروں گا مادام۔"

واشنگٹن پہنچنے کے بعد ہم مادام لوئیسا نیلسن کو بالکل بھول گئے۔ لیکن تیسرے روز شام کے ٹھیک چھ بجے اس نے ہمارے ہوٹل میں فون کیا اور شامی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے ریسیور شامی کی طرف بڑھاتے ہوئے اعلان کیا: "مادام لوئیسا نیلسن ...."
"ٹلنے کی کوشش کرو۔" شامی ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا: "کوئی بہانہ بنا دو۔ ورنہ ہمارے پروگرام میں گڑبڑ ہو جائے گی۔"
میں نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا: "مادام میں کامران شامی کا دوست یوسف ثانی بول رہا ہوں۔ شامی اس وقت بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ مم ... میرا مطلب ہے کہ باتھ روم میں ہے۔ اگر آپ کوئی پیغام دینا چاہیں تو میں اس تک پہنچا دوں گا۔"
"ہیلو جوزف۔" لوئیسا نیلسن نے کہا۔ وہ مجھے جوزف ہی کہتی تھی۔
"میرے اپارٹمنٹ میں اس وقت گیارہ افراد بیٹھے ہیں۔ یہ سب فلائنگ ساسر سوسائٹی کے ممبران ہیں۔ اور کامران شامی کی زبانی اس اڑن طشتری کا آنکھوں دیکھا حال سننا چاہتے ہیں جو اس نے وادی خیبر میں اترتی دیکھی تھی۔"
"جی ... جی کیا کہا؟" میں نے جلدی سے کہا: "ایک منٹ ہولڈ کریں۔"
پھر میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھنے کے بعد شامی کی طرف دیکھا: "گیارہ افراد کی ٹیم اس اڑن طشتری کا حال سننا چاہتی ہے جو تم نے پچھلے جنم میں دیکھی تھی۔"
"ہیلو ہیلو۔" لوئیسا نیلسن کی کانوں میں گھس جانے والی آواز سنائی دی: "مسٹر جوزف۔ کامران شامی سے کہہ دو کہ یہ ایک دوستانہ اجلاس ہے۔ اس میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔ وہ پوری آزادی اور بے تکلفی سے اپنے مشاہدات کا اظہار کر سکتا ہے۔"
"بات دراصل یہ ہے مادام لوئیسا کہ ..."
"میں سمجھ گئی مسٹر جوزف۔" مادام میری بات کاٹتی ہوئی بولی۔ "غالباً تمہارے دوست نے میرا کارڈ کہیں کھو دیا ہے۔ سفر میں عموماً ایسا ہو جاتا ہے۔ میں اپنے ایک ممبر کو راہنمائی کے لئے تمہارے پاس بھیج رہی ہوں۔"
"دراصل بات یہ ہے مادام لوئیسا ..."
لیکن مادام لوئیسا رابطہ منقطع کر چکی تھی۔ میں نے ریسیور کریڈل میں پٹخ دیا اور شامی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "خیریت چاہتے ہو تو جلدی سے سامان پیک کرو۔ مادام فلائنگ ساسر سوسائٹی کے ایک ممبر کو ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے بھیج رہی ہے۔"
"نہیں۔" شامی نے حتمی لہجے میں کہا: "میرا خیال ہے کہ فلائنگ ساسر سوسائٹی کے اجلاس میں مہمان خصوصی بننا اب اتنا بُرا بھی نہیں ہے۔"
ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔
"اندر آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔" میں نے بآواز بلند کہا۔ دوسرے ہی لمحے نہایت چست لباس میں ملبوس ایک خاتون اندر داخل ہوئی۔ سرخ و سفید رنگ، بھورے بال، نیلی آنکھیں، انتہائی متناسب جسم ... یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ماورائی مخلوق ہمارے کمرے میں اتر آئی ہے۔ وہ خالص دودھ، مکھن اور میدے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ چند لمحوں تک ہم ساکت و جامد اس کے چکا چوند کر دینے والے حسن کو دیکھتے رہے۔ "میرا نام ڈورس بیکر ہے۔" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مجھے مس لوئیسا نیلسن نے بھیجا ہے۔"
میں نے ہاتھ ملانے میں تامل کیا۔ شامی میری جھجک دیکھتے ہوئے بولا۔ "گھبراؤ نہیں کرنٹ نہیں مارے گی۔" میں نے ہاتھ ملایا اور محسوس کیا کہ میرے جسم میں واقعی برقی رو داخل ہو گئی تھی۔ "مجھے یوسف ثانی کہتے ہیں۔" میں نے تعارف کراتے ہوئے کہا: "اور یہ کامران شامی ہے۔"
"تم سے مل کر خوشی ہوئی۔" ڈورس شامی سے ہاتھ ملاتی ہوئی بولی۔ "کیا تم انڈیا سے آئے ہو؟"
"نہیں پاکستان سے۔"
"اوہ، پیکستان! ہاں نام کچھ سنا ہوا ہے۔ خیر اس وقت میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ سوسائٹی کے اراکین بےچینی سے تمہارے منتظر ہیں۔"
"کیا تم ہمیں مہمان نوازی کا موقع نہیں دو گی؟"
"اتنی جلدی نہیں۔ اس وقت میری حیثیت صرف ایک گائڈ کی ہے۔ میری گاڑی نیچے کھڑی ہے۔"
ہم تیار ہو کر اس کے ساتھ چل پڑے۔ اس کا لباس اتنا چست تھا کہ چلتے وقت اس کے جسم کا ایک ایک عضو نمایاں ہو جاتا تھا۔ مادام لوئیسا کا اپارٹمنٹ زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم صرف دس منٹ کے اندر وہاں پہنچ گئے۔ ڈورس ہماری راہنمائی کرتی ہوئی ہمیں نشست گاہ میں لے گئی جہاں گیارہ افراد بیٹھے تھے۔ کمرہ خاصا کشادہ تھا۔ اس کی آرائش میں جو اشیاء استعمال کی گئی تھیں وہ کم از کم نصف صدی پرانی تھیں۔ فرنیچر

مہکی مہکی خوشبو والی
آدم چائے نرالی
اعلیٰ معیار کی حامِل

adams tea

ADAMS
My-T

BLEND CONTAINING HIGH GROWN CEYLON TEA
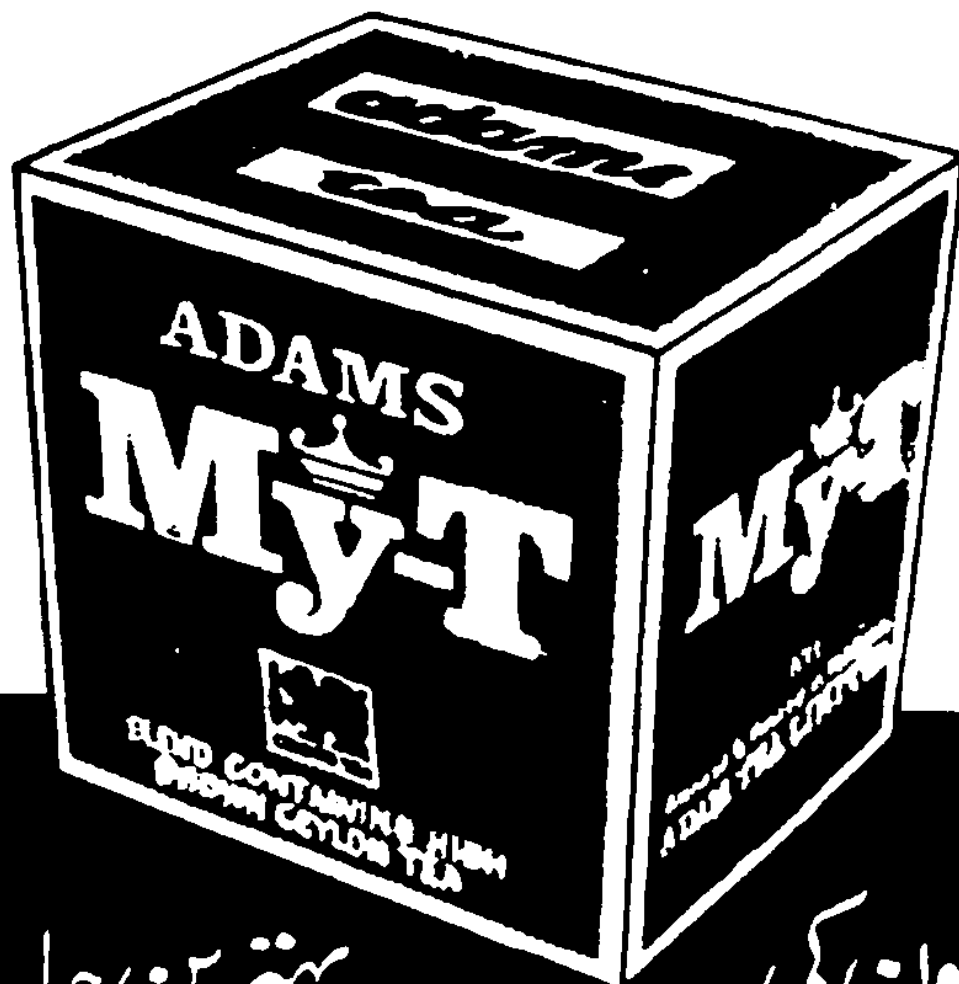
سیلون کی بہترین چائے
کا بلینڈ
آدم مائی ٹی

ORIENT

مہاگنی کی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی تصاویر آویزاں تھیں جو میرے اندازے کے مطابق مادام لوئیسا کے آباؤاجداد کی تھیں۔ کمرہ نیم تاریک اور پُراسرار سا لگ رہا تھا کیونکہ اندر غیر معمولی خاموشی مسلط تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ صوفوں پر انسانوں کی بجائے بت رکھے ہیں۔

"خوش آمدید" مادام لوئیسا اپنی نشست سے اٹھتی ہوئی بولی پھر اس نے باری باری ہم دونوں سے ہاتھ ملایا اور بولی: "یہ بات تمہارے لئے یقیناً اطمینان کا باعث ہوگی کہ اجلاس کی انتظامی کارروائی مکمل ہو چکی ہے اب تمام اراکین تمہاری زبان سے اُس اڑن طشتری کا حال سننے کے لئے بے چین ہیں۔ جو تم نے وادیٔ خبر میں دیکھی تھی لیکن پہلے تعارف ہو جائے۔"

پھر مادام لوئیسا نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔ "خواتین و حضرات یہ ہے کامران شامی اور اس کا دوست جوزف ثانی۔ کامران شامی کے بارے میں میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ اس نے ایک ویران پہاڑی علاقے میں اُڑن طشتری اترتی دیکھی تھی۔ تعارف مکمل ہونے کے بعد ہم اس کی زبانی اس طشتری کا حال سنیں گے۔" پھر وہ ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "سب سے پہلے میں تمہیں مسز یوجین کرک پیٹرک سے ملاتی ہوں — یہ ہماری سوسائٹی کی سب سے پرانی ممبر ہے۔"

مسز یوجین نے اپنا ہاتھ تھوڑا سا آگے کیا اور انگلیوں کا چوتھائی حصہ ہمارے ہاتھ سے ملایا۔ اس کے ہونٹوں پر گہرے رنگ کی لپ اسٹک نظر آ رہی تھی۔ چہرے کا رنگ بہت گہرے میک اپ کی وجہ سے مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ مادام لوئیسا اپنی بات جاری رکھتی ہوئی بولی۔ "مسز یوجین کا شوہر ایک نامور ماہر فلکیات ہے۔" پھر وہ مسز یوجین کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک معمر شخص کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "مسٹر کین میلن ....."

میلن نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ اس کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی۔ پستہ قد، دبلا جسم اور چہرے پر گھبراہٹ نمایاں تھی۔

"اڑن طشتری کے معاملے میں مسٹر میلن کا تجربہ ہم سب پر مزید فوقیت رکھتا ہے۔" مادام لوئیسا نے مزید کہا۔ "میلن باقاعدہ اُڑن طشتری کی سواری کر چکا ہے۔"

"اِس اعتبار سے مسٹر میلن سوسائٹی کے خوش قسمت ترین انسان ہیں۔" ڈورس نے کہا۔ وہ شامی کے قریب کھڑی تھی تاہم شامی کا چہرہ اس کی قربت کے اثرات سے بے نیاز تھا۔ غالباً یہ بات ڈورس نے بھی محسوس کر لی تھی۔ وہ اپنے شعلہ نشاں حسن کی خستہ سامانی سے بخوبی واقف تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ شامی کی بے نیازی نے اُسے خاصا مایوس کیا تھا۔

مادام لوئیسا اگلے دو افراد کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "اور یہ ہیں ہماری سوسائٹی کے سب سے زیادہ سرگرم ممبران۔ ہنری سامر اور جوزف سامر۔" دونوں نے باری باری ہمارے ساتھ ہاتھ ملائے۔ "یہ دونوں بھائی ہیں اور اڑن طشتریوں کے معاملے میں خطۂ ارض پر سب سے زیادہ معلومات رکھنے والے افراد میں سے ہیں۔" پھر مادام لوئیسا ڈورس بیکر کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "ڈورس بیکر سے تو تم مل ہی چکے ہو ڈورس سوسائٹی کی سب سے کم عمر ممبر ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل اس نے بھی ایک اُڑن طشتری کو زمین پر اترتے دیکھا تھا۔ ڈورس ڈارلنگ کیا تم مسٹر شامی کو اپنے تجربے کی تفصیل بتاؤ گی؟"

ڈورس نے متبسم نظروں سے پہلے ہماری طرف اور پھر حاضرین کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔ "آپ میں سے اکثر افراد میرے تجربے کا حال سن چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری طرح آپ لوگ بھی کامران شامی کا تجربہ سننے کے لئے بے تاب ہو رہے۔ اس لئے میں اپنی بات مختصر کروں گی۔ چند ہفتے پہلے کی بات ہے میں آدھی رات کے قریب بذریعہ کار مغربی ورجینیا کے ایک ویران مقام سے گزر رہی تھی۔ سڑک دور دور تک سنسان پڑی تھی۔ جب میں دریائے کیکاپان کے قریب پہنچی تو دفعتہً دائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا قطعہ زمین دودھیا رنگ کی روشنی میں نہا گیا۔ اس روشنی کا مخرج بلندی پر تھا میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہاں پر بیضوی شکل کی ایک چمکدار چیز فضا میں معلق تھی اور اس کے اندر سے تیز روشنی خارج ہو رہی تھی۔

"اس پر نظر پڑتے ہی ایک عجیب بات ہوئی میری کار کا انجن خود بخود بند ہو گیا۔ میں نے اُسے اسٹارٹ کرنے کی پوری کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انجن محض ایک بے جان لوہے کا ڈھیر بن کر رہ گیا تھا۔ لمحہ بھر کے بعد میں نے مخالف سمت سے ایک کار کو آتے دیکھا۔ وہ پہاڑی پر بل کھاتی ہوئی نیچے میدان کی طرف آ رہی تھی۔ جیسے ہی یہ کار اس چمکتی ہوئی معلق شے کے قریب ہوئی اس کا انجن بھی بند ہو گیا اور بتیاں بجھ گئیں۔

"چند لمحوں کے بعد وہ پُراسرار طشتری آسمان کی طرف بلند ہونا شروع ہو گئی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی رفتار خیال سے بھی تیز ہو گئی اور وہ کائنات کی وسعتوں میں کسی ٹمٹماتے ستارے کی مانند نظر آنے لگی۔ اس کے جاتے ہی کار کی بتیاں روشن ہو گئیں اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ اسٹارٹ ہو گئی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اگر میں اکیلی ہوتی تو یہی سوچتی کہ میں نے کوئی حیرت انگیز خواب دیکھا تھا لیکن میرے مشاہدے میں ایک دوسرا شخص بھی شامل تھا۔ اس کی کار کی بتیاں اب روشن ہو چکی تھیں میں اپنی کار اس کے قریب لے گئی اور باہر نکل کر اس سے بات کی۔ وہ ایک مہذب اور خوش اخلاق آدمی تھا۔ اور ... اوہ! میں کیا کہہ رہی تھی؟"

شامی نے اس کی مدد کرتے ہوئے کہا۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ آدھی رات کے وقت ویران سڑک پر تمہیں جو شخص ملا تھا اور تمہاری طرح جس کی کار کا انجن بند ہو گیا تھا وہ ایک مہذب اور خوش اخلاق آدمی تھا ..."

"اوہ ہاں۔" ڈورس نے کہا۔ لیکن اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس نے واقعے کے نازک حصے پر سنسر کی قینچی چلا دی تھی: "اُس شریف آدمی نے بتایا کہ اس کی کار بھی حیرت انگیز طور پر بند ہو گئی تھی۔ ہم کچھ دیر تک صورتِ حال پر تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ پھر ہم نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ قریبی قصبے کے شیرف کو اس پُراسرار چیز کے بارے میں بتانا مناسب ہو گا۔ پس ہم نے مانزبرگ کے شیرف کو فون کر کے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ آپ کو معلوم ہے اس نے ہماری بات سُن کر کیا کہا؟"

"قطعاً نہیں۔" ہنری سالٹر نے کہا۔

"سب سے پہلے تو وہ اس بات پر سخت ناراض ہوا کہ ہم نے اُسے رات کے دو بجے کیوں جگا دیا تھا۔ پھر بولا کہ لمبا سفر کرتے وقت ہمیں 'راکٹ' سے پرہیز کرنا چاہیے۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا؟ راکٹ سے اس کا اشارہ چرس کی گولی کی طرف تھا۔" اپنا بیان ختم کرنے کے بعد اس نے داد طلب نظروں سے حاضرین کی طرف دیکھا اور شامی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

کین میلن اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا: "اگر اجازت ہو تو میں اپنے تجربے کی بابت کچھ عرض کروں؟"

مادام لوئیسا نے نیلسن کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ڈورس سے مخاطب ہو کر بولی: "شکریہ ڈارلنگ۔ تمہارا تجربہ خاصا ہولناک ہے۔"

پھر اس نے ایک اور جوڑے کا تعارف کرایا جن کا نام ریٹا اور ٹام بنجامن تھا۔ یہ دونوں کسی چرچ سے منسلک تھے اور اس مجلس میں کچھ اجنبی اجنبی لگ رہے تھے۔ اُن کے بعد ایک اور شخص کا تعارف کرایا گیا۔ اس کا نام فرڈی نینڈ ہارنیل تھا اور وہ کسی سفارت خانے کا آدمی تھا۔ اس کی رنگت یا وضع قطع سے اس بات کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کسی ملک کے سفارت خانے کا آدمی تھا۔ واضح طور پر وہ کسی یورپی ملک کا باشندہ تھا اور غالباً اشتراکی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ کیونکہ مادام لوئیسا نے یہ بتانے سے گریز کیا تھا کہ وہ کس ملک کا باشندہ ہے۔

"اور سب سے آخر میں..." مادام لوئیسا نے نشستگاہ کے دُور افتادہ اور نیم تاریک گوشے میں بیٹھے ہوئے جوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلان کیا: "پولو میک سے ہمارے دو پُراسرار ممبر... والٹر شوملر اور مسز ایلیزا لارسن۔ مسز ایلیزا مسٹر شوملر کی پرسنل اسسٹنٹ ہیں۔"

والٹر شوملر کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ بال سفید ہو چکے تھے۔ تاہم آنکھیں تیز اور گہری تھیں اور چہرے پر بڑھاپے کی کوئی علامت نہیں تھی۔ مسز ایلیزا کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

"اگرچہ مسٹر شوملر ہمارے پُرانے ممبر ہیں..." مادام لوئیسا نے کہا۔ "لیکن جیسا کہ میں نے کہا وہ انتہائی پُراسرار اور خاموش طبع ہیں۔ میں نام کے علاوہ اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" پھر وہ شوملر کی طرف دیکھتی ہوئی بولی: "مسٹر شوملر کیا آپ اپنے اور مسز ایلیزا کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟"

مسٹر شوملر نے اپنے پتلے ہونٹ بھینچ کر لوئیسا کی طرف دیکھا اور بولا: "میرا خیال ہے ہم تعارف میں پہلے ہی کافی وقت ضائع کر چکے ہیں اس لئے اب اصل پروگرام شروع کرنا چاہیئے۔"

اُس کی اس بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی حیثیت کو پردۂ راز میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ مادام لوئیسا نے بھی اپنی بات پر اصرار نہیں کیا اور شامی سے اپنا مشاہدہ بیان کرنے کی درخواست کی۔ میرا خیال تھا کہ شامی یہ کہہ کر معذرت کرے گا کہ اس نے محض چھوٹا سا مذاق کیا تھا۔ یا یہ کہ اڑن طشتری دیکھ کر اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا بلکہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا اس لئے کوئی بات یاد نہیں رکھ سکا۔ لیکن میری توقع کے قطعی برخلاف وہ کسی فاضل مقرر کی طرح نہایت وقار کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور نہایت تفصیل کے ساتھ اڑن طشتری کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے لگا۔ بیان اتنا دلچسپ اور حیرت انگیز تھا کہ ہر شخص تصویرِ حیرت بنا اس کی تقریر سُن رہا تھا۔ اور تو اور میں بھی اُس کی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کہنہ مشق سائنس دان اپنے مشاہدات بیان کر رہا ہے۔ اُس کی تقریر نے مجھے بھی شبہے میں مبتلا کر دیا۔ ہو سکتا ہے اُس نے واقعی اڑن طشتری دیکھی ہو۔ آخر میں اس نے اجرامِ فلکی پر بحث کرتے ہوئے کہا: "اس بات پر خاصا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ستاروں پر زندگی کے آثار موجود ہیں کہ نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین کے علاوہ کسی اور سیارے پر انسان یا انسان سے ملتی جلتی کوئی مخلوق نہیں پائی جاتی۔ میرے نزدیک یہ نظریہ محض لاعلمی کی پیداوار ہے۔ عدمِ علم سے عدمِ وجود لازم نہیں آتا۔ یہ بات عقلی طور پر بھی قرینِ قیاس نہیں کہ اس وسیع کائنات میں صرف زمین ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں جاندار مخلوق پائی جاتی ہے۔"

ڈورس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "تمہارے خیال میں یہ اڑن طشتریاں کہاں سے آتی ہیں؟ امکانی طور پر کسی دوسرے نظامِ شمسی سے؟"

"تمہارے سوال کے دو پہلو ہیں۔" شامی نے کہا۔ "سوال یہ ہے کہ کیا کوئی اور نظامِ شمسی بھی ہے؟ اس سوال کا جواب تو کوئی ماہرِ فلکیات ہی دے سکتا ہے۔ تاہم انسانی فہم یہ باور کرنے پر مجبور ہے کہ اس کائنات کی کوئی انتہا نہیں۔ ہم کسی مقام پر حدِ فاصل قائم نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کر بھی لیں تو پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس حد سے پرے کیا ہے؟ سورج سے پرے کیا ہے؟ نظامِ شمسی سے پرے کیا ہے؟ پرے سے پرے کیا ہے؟"

شامی کے اس عجیب و غریب فلسفے نے حاضرین کو دم بخود کر دیا تھا۔ گفتگو کے بعد مادام لوئیسا نے کافی اور بسکٹوں سے حاضرین کی تواضع کی۔ جب ہم رخصت ہو کر باہر نکلے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ اپارٹمنٹ کمپلیکس کے متوازی ایک خوبصورت ندی بہتی تھی۔ ندی کے اوپر تین مقامات پر چاپانی
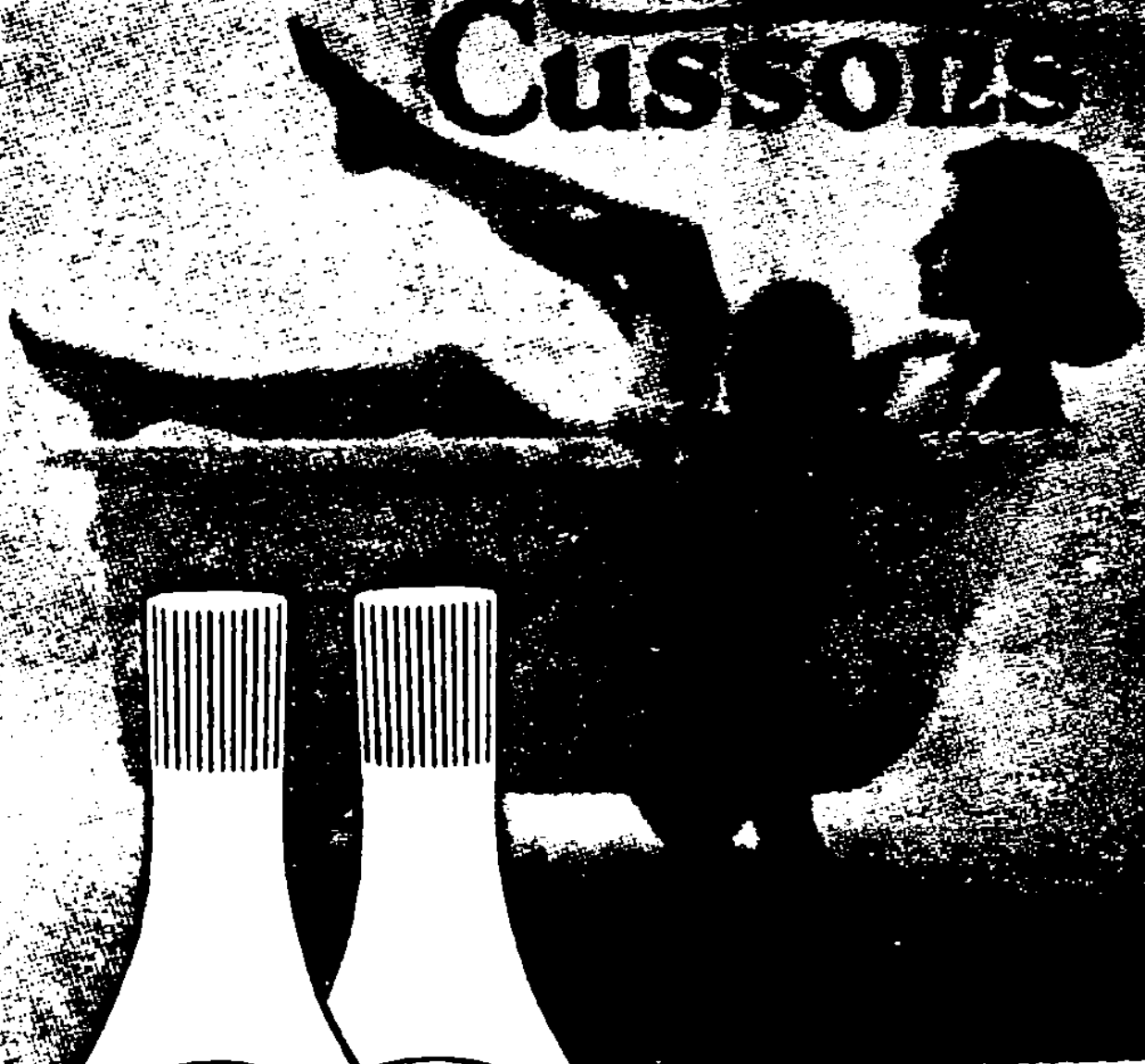
طرز کے غدار پل بنے ہوئے تھے جن کے نیچے بتیاں روشن تھیں۔ چہل قدمی کرنے کے لئے وہ خاصی خوشگوار جگہ تھی۔ ہم ٹہلتے ہوئے قریبی پل پر پہنچے اور ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے پانی کو دیکھنے لگے۔ بڑی پُرسکون رات تھی۔ ندی کے جھلملاتے پانی میں چاند کا عکس نظر آ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد عقب میں مادام لوئیسا کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ پھر کسی کے جچے تلے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی شخص نہایت اطمینان کے ساتھ ہماری طرف آ رہا تھا۔ لیکن نہ تو میں نے اور نہ شامی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ ڈورین بیکر ہے۔ اسی لمحے ایک مردانہ آواز نے میری خوش فہمی دور کر دی: "تمہاری تقریر نہایت پُراثر تھی مسٹر شامی!"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن تاریکی کے باعث متکلم کو نہیں پہچان سکا۔ اس کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔

"شکریہ مسٹر شوئلر۔" شامی نے پیچھے مڑے بغیر کہا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ مسٹر شوئلر اور اس کی پرسنل اسسٹنٹ ایلزا لارسن تھے۔ شوئلر رنگین شیشوں والی نظر کا چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ سر پر سیاہ فیلٹ ہیٹ اور بائیں ہاتھ میں طلائی دستے والی چھڑی تھی۔ داہنا ہاتھ ایلزا کے کندھے پر تھا۔

"مسٹر شامی۔ اس نے پُراعتماد لہجے میں کہا" میں تم سے اس موضوع پر مزید گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری مسٹر شوئلر" شامی نے پیچھے مڑ کر کہا۔ "مجھے تمہاری سوسائٹی کے مقاصد یا عقائد سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"میں جانتا ہوں" شوئلر نے کہا۔ "تمہاری ذات میں میری دلچسپی کا سبب بھی یہی بات ہے۔" پھر وہ شامی کے قریب جا کر ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور بولا "میں تمہاری خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"میرے خیال میں یہ انتہائی غیر دانشمندانہ فیصلہ ہے مسٹر شوئلر" شامی نے کہا۔ "کیونکہ تم میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہماری ملاقات بمشکل چند گھنٹے پرانی ہے اور ہمارے درمیان ہنوز نصف درجن جملوں کا تبادلہ بھی نہیں ہوا۔"

"میں تمہارے بارے میں تمام ضروری باتیں جانتا ہوں۔" شوئلر نے کہا۔ "پرسوں مادام لوئیسا نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ اس نے جس انداز میں تمہاری تعریف کی تھی اس نے مجھے خاصا متاثر کیا تھا۔ آجکل جدید ذرائع مواصلات کی مدد سے کسی شخص کے بارے میں چوبیس گھنٹے کے اندر معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ یہ بات سن کر تمہیں یقیناً خوشی ہوگی کہ میری کیمیکل انڈسٹریز کی ایک شاخ کراچی میں بھی ہے۔ اس کا جنرل منیجر ایک مستعد نوجوان ہے۔"

"اوہ ..." شامی نے تھوڑی سی حیرت کا اظہار کیا۔ "میں سمجھ گیا تم نے ایئرپورٹ حکام سے میرا پاسپورٹ نمبر، نام اور پتہ حاصل کر کے اپنے مستعد جنرل منیجر کو بذریعہ ٹیلیکس بھجوا دیا ہوگا۔ اور اس نے میرے دوستوں اور عزیزوں سے مل کر میرا اعمال نامہ تیار کیا ہوگا اور اسے ٹیلیکس کے ذریعہ یہاں بھجوا دیا ہوگا۔ جدید ذرائع مواصلات واقعی حیرت انگیز ہیں۔ اس کے باوجود تم میری خدمات سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گے کیونکہ ہمارا قیام بہت مختصر ہے۔"

"قیام طویل کیا جا سکتا ہے۔" مسٹر شوئلر نے کہا۔ "اگر تم کہو تو میں تمہیں اور تمہارے دوست کو مستقل رہائش کا پروانہ یعنی گرین کارڈ دلوا سکتا ہوں۔"

ایلزا نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا: "سر میری رائے میں گفتگو کے لئے یہ جگہ کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتی۔ کیوں نہ کسی ریستوران میں بیٹھ کر بات کی جائے۔ تمہارا کیا خیال ہے شامی؟"

شامی نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "اب کیا سوچتے ہو" میں نے اردو میں کہا۔ "اس نظام شمسی میں تو یہی ہوتا ہے۔"

چند منٹوں کے بعد ہم پنسلوانیا ایونیو پر واقع ایک پُرسکون ریستوران میں بیٹھے تھے۔ آرڈر دینے کے بعد مسٹر شوئلر نے کہا۔ "مسٹر شامی میں جو کام تم سے کروانا چاہتا ہوں اس کا معاوضہ ایک لاکھ ڈالر ہوگا۔ دس لاکھ پاکستانی روپے۔" یہ بات اس نے اتنے سکون کے ساتھ کہی تھی کہ مجھے اس کی صحیح الدماغی پر شبہ ہونے لگا۔ شامی نے بھی حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تمہارے دوست کا چہرہ بتا رہا ہے کہ اُسے میری بات پر یقین نہیں آیا لیکن میں نے پوری سنجیدگی سے پیشکش کی ہے اور اسے پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں۔ تم چاہو تو میرا فنانشل اور میڈیکل ریکارڈ چیک کر سکتے ہو۔"

"مسٹر شوئلر" شامی نے کہا۔ "تم نے ابھی تک کام کی نوعیت نہیں بتائی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اڑن طشتری کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت مہیا کرو جس سے یہ پتہ چلے کہ اُڑن طشتریاں واقعی ایک حقیقت ہیں اور اُن کا تعلق کسی دوسری دنیا سے ہے۔"

"محترم یہ کام قطعی ناممکن ہے۔" شامی نے کہا۔ "کم از کم ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ بلاشبہ ایک لاکھ ڈالر ایک خطیر رقم ہے لیکن اگر میں ثبوت مہیا کرنے میں ناکام رہا تو پھر کیا ہوگا؟ میری چند ماہ کی محنت اور چند ہزار ڈالر اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔"

"میں اس پہلو پر بھی غور کر چکا ہوں۔ تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اس مہم کے دوران میں تمہیں اخراجات کے علاوہ ایک ہزار ڈالر فی ہفتہ دوں گا۔ اور یہ اخراجات میں ایک سال تک ادا کروں گا۔ ایک سال کے اندر اگر تم ثبوت مہیا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ایک لاکھ ڈالر کے مستحق ہو گے۔ یہ رقم کسی بھی کرنسی اور کسی بھی ملک میں ادا کی جا سکتی ہے لیکن اگر تم ایک سال گزرنے کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے تو ہمارا معاہدہ خود بخود کالعدم قرار پا جائے گا۔"

چند لمحوں تک شامی سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "مسٹر شوئلر
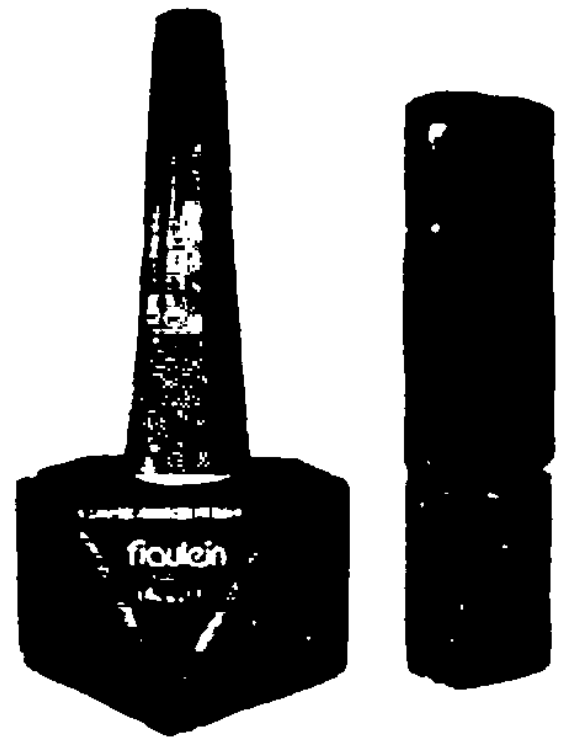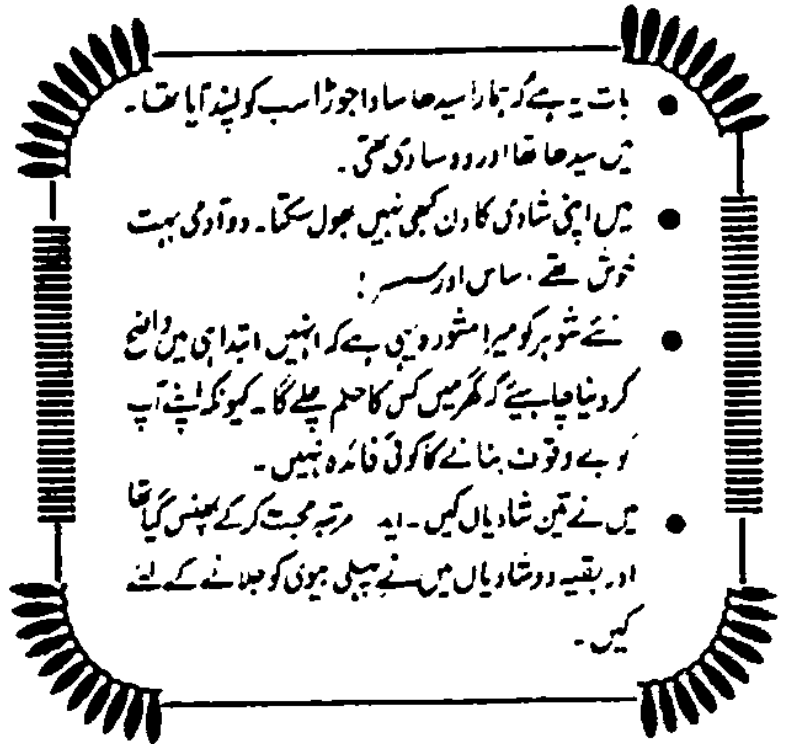
- بات یہ ہے کہ ہمارا سیدھا سادا جوڑا سب کو پسند آیا تھا۔ میں سیدھا تھا اور وہ سادی تھی۔
- میں اپنی شادی کا دن کبھی نہیں بھول سکتا۔ دو آدمی بہت خوش تھے۔ ساس اور سسر!
- نئے شوہر کو میرا مشورہ یہی ہے کہ انہیں ابتدا ہی میں واضح کر دینا چاہیئے کہ گھر میں کس کا حکم چلے گا۔ کیونکہ اپنے آپ کو بے وقوف بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔
- میں نے تین شادیاں کیں۔ ایک مرتبہ محبت کر کے پھنس گیا تھا اور بقیہ دو شادیاں میں نے پہلی بیوی کو جلانے کے لئے کیں۔

کیا تم ٹھوس ثبوت کی وضاحت کرو گے؟"

"خاصا دانشمندانہ سوال ہے۔ ٹھوس ثبوت کی وضاحت واقعی مشکل امر ہے۔ مثال کے طور پر اگر تم اڑن طشتری کا کوئی پرزہ یا پرزے کا کوئی حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اُسے ٹھوس ثبوت کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ٹھوس ثبوت کے زمرے میں آسکتی ہیں۔"

"اس بات کی تصدیق کیسے ہوگی کہ جو چیز میں نے ثبوت کے طور پر لا کر دی ہے وہ واقعی کسی اڑن طشتری کا حصہ ہے؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں۔" مسٹر شوملر نے کہا۔ "ہم اس کا کیمیاوی تجزیہ کر سکتے ہیں۔ ویسے میرا ایک نمائندہ اس مہم کے دوران تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"گو اس معاملے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم اس غیر نفع بخش کام پر اتنی بڑی رقم کیوں خرچ کرنا چاہتے ہو؟"

"دلچسپ سوال ہے۔" مسٹر شوملر نے کہا۔ "ماہرین کا خیال ہے کہ بعض ستاروں پر بسنے والی مخلوق ہزاروں سال تک زندہ رہتی ہے۔ اگر ہمارا اس مخلوق سے رابطہ قائم ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ ہم طویل العمری کا نسخہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

اچھا تو یہ بات ہے۔ میں نے سوچا۔ مسٹر شوملر ہزاروں سال تک زندہ رہنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ کروڑ پتی اور ارب پتی لوگ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو دوبارہ جوان ہونے کے لئے لاکھوں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں —

"فرض کرو میں یہ ذمہ داری قبول کر لیتا ہوں۔" شامی نے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ مہم کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوگا؟"

"اس معاملے میں تمہیں چند راہنما اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔" مسٹر شوملر نے کہا۔ "دس ہفتوں تک تم اڑن طشتریوں پر لکھے گئے لٹریچر کا مطالعہ کرو گے۔ اس دوران تم اُن چند مقامات کا معائنہ بھی کرو گے جہاں مبینہ طور پر اڑن طشتریاں اترتی دیکھی گئی ہیں۔ یہ دس ہفتے آزمائشی مدت ہوگی۔ اس دوران اگر یہ محسوس کیا جائے کہ کام جاری رکھنا مفید نہیں تو دو طرفہ طور پر معاہدہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس دوران تمہیں ایک ہزار ڈالر فی ہفتہ دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ تمہیں ایک نئی کار فراہم کی جائے گی جس کی سروس اور پیٹرول کے تمام اخراجات میرے ذمہ ہوں گے۔ آزمائشی مدت مکمل ہونے کے بعد تمہارا معاوضہ پانچ ہزار ڈالر ماہوار ہوگا۔ دیگر اخراجات اس کے علاوہ ہوں گے۔" قدرے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "میرے وسائل خاصے وسیع ہیں کارلن شامی میں ہر جگہ پر تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"لیکن ہمارا دفتر صرف ایک ماہ کا ہے۔" میں نے کہا۔

"جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں یہ کام مشکل نہیں ہے۔ مسز ایمز تمہارے ہوٹل سے تم دونوں کے کاغذات لے جائے گی۔ کل ہی تمہیں معاہدے کی نقل اور ایڈوانس رقم کا چیک بھی مل جائے گا۔" پھر اس نے خدا حافظ کہا اور تیزی سے چلتا ہوا اپنی پرسنل اسسٹنٹ کے ہمراہ رخصت ہو گیا۔

"کہیں اس شخص نے ہمارے ساتھ مذاق تو نہیں کیا؟" میں نے شامی سے کہا۔ لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور مڑ کر پانی کو گھورنے لگا —

اگلے روز صبح دس بجے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ سامنے ہنری اور جونز سامر کھڑے تھے۔ ان دونوں بھائیوں سے مادام لوئیسا کے اپارٹمنٹ میں ملاقات ہوئی تھی۔

"ہیلو مسٹر جوزف۔" جونز نے کہا۔ "کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔ اور ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ دونوں اندر آگئے۔

رسمی گفتگو کے بعد ہنری نے کہا۔ "کل تم نے بڑے عمدہ خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ہم تمہیں مبارکباد دینا چاہتے تھے لیکن موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"شکریہ۔" شامی نے کہا۔ "آؤ بیٹھو۔"

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ جونز نے کہا۔ "میں پبلک ہیلتھ سروس کے لئے کام کرتا ہوں۔ اگر تمہیں پارک دے جانے کا اتفاق ہوا ہو تو تم نے پارک لان بلڈنگ ضرور دیکھی ہوگی۔ ہمارا دفتر اسی عمارت میں ہے۔"

"تم لوگوں نے کبھی ڈوفل کا نام سنا ہے؟" ہنری نے پوچھا۔

"ڈی او ایف ایل؟"

"کبھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"غالباً یہ کوئی ریسرچ یونٹ ہے۔" شامی نے کہا۔

"ہاں... بالکل ٹھیک سمجھے۔" ہنری نے کہا۔ "ڈوفل ڈیفنس آرڈیننس نیوز لیبارٹری کا مخفف ہے۔ میں اس ادارے میں الیکٹریکل انجینئر ہوں۔

"کیا اس لیبارٹری میں بہت تیار کیے جاتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔
ہنری نے پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا۔ "ہم بہت کچھ تیار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہم سے رازداری کا عہد لیا جاتا ہے۔"
جوزر گفتگو کا رُخ بدلتا ہوا بولا۔ "کیا تم لوگ سوسائٹی کی اگلی میٹنگ میں شرکت کر رہے ہو؟"
"نہیں۔ ہم سوسائٹی کے ممبر نہیں ہیں اور نہ ہمیں دعوت نامہ ملا ہے۔"
جوزر ایک آہ دباتا ہوا بولا۔ "اگلی میٹنگ ڈورس ہیکر کے گھر پر ہو رہی ہے۔ اس کی رہائش یہیں ایک دائل کے علاقے میں ہے۔ یہاں سے چند منٹ کے فاصلے پر۔"
شامی نے کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ جوزر نے مزید کہا۔ "جانتے ہو ایجنڈے میں کون کون سے آئٹم شامل ہیں؟ سب سے پہلے تو مسٹر ہاٹیل اڑن طشتری کی سلائیڈ دکھائے گا۔ اور دوسرا آئٹم....."
"میں یہ سلائیڈ پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔" ہنری نے کہا۔ "کوئی واضح چیز نظر نہیں آتی۔ چند درخت، بادل اور درمیان میں چھوٹا سا چمکدار دھبہ۔"
"بہرحال ہاٹیل کا کہنا ہے کہ یہ اُڑن طشتری کی اصل تصویر ہے۔ البتہ دوسرا آئٹم حیرت انگیز اور دلچسپ ہے۔ اس میٹنگ میں سوسائٹی نے ایک عامل کا انتظام کیا ہے۔ جو روحوں کو بلانے اور اُن سے باتیں کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ یہ عامل اپنے بزرگوں کی ارواح سے رابطہ قائم کرے گا اور اُن سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ اُڑن طشتریاں کہاں سے آتی ہیں۔"
امریکی اگرچہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت ترقی کر چکے ہیں لیکن توہمات میں ہم سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ کچھ دیر تک وہ اس موضوع پر بات چیت ہوتی رہی۔ پھر وہ دونوں جانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔
"کل میٹنگ کے بعد شوکر تم سے ملا تھا؟" ہنری نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا۔ لیکن میرے خیال میں وہ صرف اسی معاملے پر بات کرنے آئے تھے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ لیکن بات چیت کی تفصیل بتانے سے گریز کیا۔
"اس شخص سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" جوزر نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "یہ عموماً غیر ملکیوں کو اپنے منصوبوں کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔"
اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ شامی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ایلزا الاسن کی رہنمائی کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ہنری اور جوزر نے پُرخیال نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ اجازت لے کر جلدی سے رخصت ہوگئے۔
انہیں ہمارے کمرے میں دیکھ کر ایلزا کے چہرے پر بھی حیرت نمودار ہوگئی تھی۔ وہ چند لمحوں تک اس دروازے کو تکتی رہی جس میں سے دونوں باہر نکلے تھے۔ پھر وہ چہرے پر خوشگواری پیدا کرتی ہوئی ہماری طرف مڑی۔
"خوب!" اس نے کہا۔ "سوسائٹی کے اراکین نے تمہاری ذات میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔" پھر اس نے اپنے پرس کے اندر سے دو لفافے نکالے۔ ایک لفافہ خاصا پھولا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھولا ہوا لفافہ میز پر رکھ دیا اور دوسرے لفافے میں سے ایک ٹائپ شدہ پیپر نکال کر شامی کی طرف بڑھایا۔ "یہ ہمارا تحریری معاہدہ۔" اس نے کہا۔ "اس میں وہ تمام باتیں درج ہیں جو کل کی ملاقات میں طے پائی تھیں۔ اور یہ کاپی دستخط کر کے مجھے دے دو اور نقل اپنے پاس رکھ لو۔ اس کے علاوہ یہ پانچ ہزار ڈالر بطور ایڈوانس۔" اُس نے موٹا لفافہ تھپتھپایا۔ پھر دوبارہ پرس میں ہاتھ ڈالا۔ "اور یہ اس کار کی چابی اور دیگر کاغذات جس کا مسٹر شوکر نے کل وعدہ کیا تھا۔ نئے ماڈل کی فورڈ کار ہے۔"
شامی نے معاہدے پر نظر دوڑائی اور دستخط کر کے ایلزا کی طرف بڑھا دیا۔ "اور مجھے اپنے پاسپورٹ دے دو۔" ایلزا کا منہ پرس میں گھستی ہوئی بولی۔
شامی نے نوٹوں والا لفافہ میری طرف اچھال دیا۔ "گنتی کر لو۔ اب تمہیں فارن ایکسچینج کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔"
"مصیبت میں ہاتھ ڈال رہے ہو۔" میں نے کہا۔
"کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ ہی کرتے ہو۔" شامی نے کہا اور پاسپورٹ نکال کر ایلزا کو دے دیئے۔ "واشنگٹن کی سب سے بہترین لائبریری کونسی ہے؟"
"لائبریری آف کانگریس۔" ایلزا نے جواب دیا۔ "اس میں تمہیں اُڑن طشتریوں پر بے شمار کتابیں مل جائیں گی۔" پھر وہ جانے کے لئے کھڑی ہوگئی۔ "کار نیچے پارکنگ لاٹ میں کھڑی ہے۔ سفید رنگ کی نئی فورڈ کار۔ رجسٹریشن نمبر کاغذات میں لکھا ہوا ہے۔ پاسپورٹ اگلے ہفتے مل جائیں گے۔"
"اوہ مسز ایلزا! کیا تم کچھ پینا پسند نہیں کرو گی؟"
"شکریہ۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔"
اُس کے جانے کے بعد شامی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "تیار ہو جاؤ۔"
"کہاں کا ارادہ ہے؟"
"لائبریری آف کانگریس۔"

لائبریری میں اُڑن طشتریوں کے موضوع پر بے شمار کتابیں تھیں۔ ان کا علیحدہ سیکشن تھا جس کے اوپر جلی حروف میں U.F.O لکھا ہوا تھا۔
"میں تو دس سال میں بھی یہ ساری کتابیں نہیں پڑھ سکتا۔" میں نے کہا۔ "صرف کتابیں دیکھ کر ہی سر چکرانے لگا ہے۔"
"اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔" شامی نے کہا۔
"یس سر۔" ہمارے کانوں میں ایک مترنم آواز آئی۔ "کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں؟"

ہم دونوں گردنیں گھما کر متکلم کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بیس بائیس سال کی ایک خوبرو خاتون تھی۔ بھورے بال، تیکھے نقش اور آنکھوں پر سنہری فریم کا چشمہ۔ چہرے پر پائی جانے والی متانت یہ ظاہر کرتی تھی کہ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ مطالعے میں گزرا ہے۔ "کیا میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"ہم اُڑن طشتریوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔" شامی نے کہا۔

"اوہ۔ کوئی مشکل نہیں۔" لڑکی نے کہا۔ "اور کتابوں کی تفصیل بتانے لگی۔"

"ہمارا مسئلہ ذرا مختلف ہے مس۔" شامی نے کہا۔ "یہ صاحب کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں۔ اُڑن طشتری میں بیٹھ کر یہاں آئے تھے۔ اُڑن طشتری واپس چلی گئی ہے۔ یہ یہیں رہ گئے ہیں۔ اب واپس جانے کے لئے بے چین ہیں۔"

لڑکی نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر میری طرف دیکھا۔ پھر متبسم نگاہوں سے شامی کی طرف دیکھنے لگی۔ "میں نے اُڑن طشتریوں کے بارے میں بے شمار کتابیں پڑھی ہیں۔" اس نے کہا۔ "اگر آپ چاہیں تو میری معلومات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"ایک شرط پر۔" شامی نے کہا۔ "دوپہر کا کھانا تم میرے ساتھ کھاؤ گی۔"

لڑکی نے بغیر کسی تامل کے اس کی شرط منظور کر لی۔ شامی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم وہائٹ ہاؤس کی سیر کر آؤ۔ شام کو پانچ بجے لینے کے لئے آجانا۔" پھر وہ لڑکی کی معیت میں ۵۰۰ سیکشن کی طرف چل پڑا اور میں کار کی چابی ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف ہو لیا۔

پھر ایک ہفتے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ میں اسے صبح لائبریری میں چھوڑ آتا اور شام کو واپس لے آتا۔ جمعہ کی شام کو ہم پارکنگ لاٹ سے نکل رہے تھے کہ ایک پستہ قد معمر شخص ہماری کار کے سامنے آگیا۔ میں نے بریک پیڈل دباتے ہوئے معمر شخص سے کہا کہ اسے آنکھیں کھول کر چلنا چاہیے۔

"اگر آنکھیں کھول کر چلتا تو کامران شامی سے ملاقات کیسے ہوتی۔" اس نے معنی خیز نظروں سے شامی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بہت دنوں سے تمہاری تلاش میں تھا۔"

میں نے شامی سے کہا۔ "لو سنبھالو اپنے چچا جان کو۔ دنیا کے ہر کونے میں تمہارا کوئی نہ کوئی رشتہ دار نکل آتا ہے۔"

"یہ وہی بڈھا ہے جس سے مادام لوئیسا کے گھر میں ملاقات ہوئی تھی۔"

"امید ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔" بوڑھے نے کہا۔ "میرا نام کین سیلن ہے۔ ہماری ملاقات فلائنگ سا سر سوسائٹی کی میٹنگ میں ہوئی تھی۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" شامی نے کہا۔ "کیسے مزاج ہیں؟ اوکے... پھر ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ۔"

ہمارے پیچھے آنے والی کاروں نے ہارن بجانے شروع کر دئیے تھے۔ میں نے کار آگے بڑھانے کا ارادہ کیا۔

"ارے... ٹھہرو۔" سیلن نے کہا۔ "میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں کامران شامی۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو۔"

شامی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے اندر گھس جاؤ۔ ورنہ ابھی پانچ ڈالر کا ٹکٹ مل جائے گا۔" بوڑھا سیلن پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"جی ہاں۔" شامی پیچھے مڑتا ہوا بولا۔

"اس روز تمہاری تقریر نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔" سیلن نے کہا۔ "میں نے تمہاری باتوں پر بہت غور کیا ہے۔ تم واقعی ایک زیرک آدمی ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے۔" شامی نے کہا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

"آں ہاں... تم نے سنا ہوگا کہ میں نے اُڑن طشتری کی سیر کی تھی۔"

"کوئی محبت سے سیر کرائے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔" شامی نے کہا۔ "سیر کے دوران تم نے کیسا محسوس کیا تھا؟"

سیلن نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "بہت خوب! بہت خوب — تم پہلے شخص ہو جس نے بغیر کسی تامل کے میری بات پر یقین کر لیا ہے۔"

"رواداری میرا بنیادی اصول ہے مسٹر سیلن۔" شامی نے کہا۔ "کیا تم اس خوشگوار حادثے کی تفصیل بتانا پسند کرو گے؟"

"یقیناً یقیناً۔" سیلن نے کہا۔ "سب کچھ اچانک ہی رونما ہوگیا تھا۔ ایک ویران جگہ پر میری کار خراب ہوگئی تھی اور میں اس کے انجن کو چیک کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک عجیب و غریب چیز کچھ فاصلے پر آکر اتر گئی۔ اسے دیکھ کر مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ پھر اس چیز کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک عجیب مخلوق نکل کر میری طرف بڑھی۔ میں نے چیخنے اور بھاگنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور بالآخر بے ہوش ہوگیا۔ دوبارہ جب آنکھ کھلی تو خود کو اُڑن طشتری کے اندر پایا۔ اس مخلوق کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا اس لئے میرا خوف خاصا کم ہوگیا۔ انہوں نے مجھے بہت ساری چیزیں دکھائیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ دوبارہ واپس آئیں گے اور تاریخ بھی بتائی میں اس تاریخ کو اکیلا وہاں پہنچ گیا۔ اور وہ واقعی واپس آئے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ اور آئے۔ ایک دفعہ دس جولائی کو اور دوسری دفعہ دس دسمبر کو ٹھیک سات بجے۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس طشتری کے اندر تم نے کیا کچھ دیکھا تھا؟"

"طشتری کے اندر؟ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں۔ تمہاری طرح ہوشیار بھی نہیں۔ میری حالت خاصی خراب تھی۔ کوئی چیز واضح طور پر نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ بھی یقین نہیں کہ وہ سب کچھ حقیقت ہے یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ انسان کے دماغ پر کیا جادو کر دیتے ہیں۔"

"یہ جگہ کہاں پر ہے؟"

"روٹ نمبر نو... برکلے اسپرنگ۔ یہاں سے صرف نوے منٹ کا
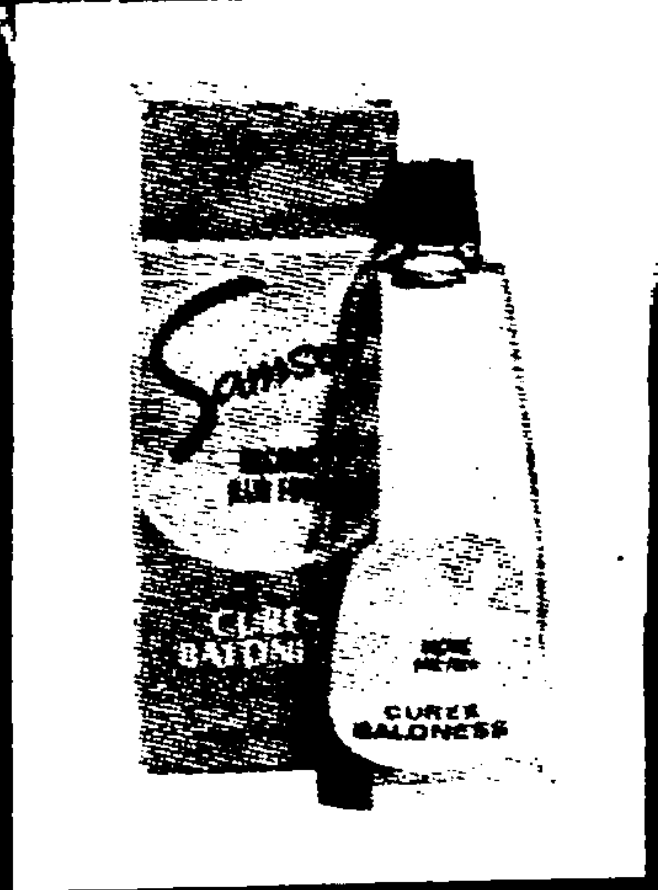
BLACK
Samsol HAIR COLOUR
CURES BALDNESS

راستہ ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں وہ جگہ دکھا سکتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔" شامی نے کہا۔ "لیکن میں وہ جگہ ضرور دیکھوں گا۔ اپنا پتہ نوٹ کروادو۔ موقع ملتے ہی میں تمہارے پاس آؤں گا۔" شامی نے جیب سے ڈائری نکالی اور کین میلن کا پتہ نوٹ کرلیا۔

"ایک ضروری بات تو میں بتانا بھول ہی گیا۔ اڑن طشتری کی آئندہ تاریخ ۱۵ مئی ہے۔"

"۱۵ مئی۔" شامی نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ "۱۵ جولائی ۔ ۱۵ دسمبر اور ۱۵ مئی۔ تینوں کے درمیان پانچ پانچ مہینے کا وقفہ ہے۔"

"کیا تمہارے خیال میں یہ بات کسی خاص چیز کی نشاندہی کرتی ہے"

"ممکن ہے۔ لیکن سردست کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہم ۱۵ مئی کو ضرور تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

اس روز اپریل کی ۲۰ تاریخ تھی۔ گویا پورے ۲۵ دن باقی تھے۔ اس دوران شامی پوری سرگرمی سے اُڑن طشتریوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا رہا۔ اس میں مختلف لوگوں سے ملاقاتیں اور بعض مخصوص مقامات کا معائنہ بھی شامل تھا۔ میں ابتداء میں اڑن طشتریوں کو محض ایک خیالی چیز سمجھتا تھا۔ لیکن ان حقائق کے بعد جو شامی نے اکٹھے کئے تھے یہ بات یقینی ہوگئی کہ اڑن طشتریاں واقعی موجود تھیں اور یہ بھی کہ ان کا زمین کے علاوہ کسی اور سیارے سے تعلق تھا۔ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت زیادہ آگے تھے۔

۱۴ جولائی کو ہم کین میلن کا پتہ پوچھتے ہوئے اُس کے گھر پہنچ گئے۔ لیکن اس سے ملاقات نہ کرسکے۔ گزشتہ رات وہ سر میں گولی لگنے سے ہلاک ہوگیا تھا۔ اس کے گھر کے سامنے پولیس کی دو گاڑیاں اور ایک ایمبولینس کھڑی تھی۔ شامی نے تفتیش کرنے والے پولیس سارجنٹ سے اپنا تعارف کرایا اور میلن کی موت کی وجہ دریافت کی۔

"خودکشی!" سارجنٹ نے مشکوک نظروں سے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میلن نے گزشتہ رات خودکشی کرلی ہے۔"

"اوہ! بڑی افسوناک خبر ہے!" شامی نے کہا۔ "لیکن آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی۔ کیونکہ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ کا تعلق شعبۂ قتل سے ہے اور خودکشی تو انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔"

سارجنٹ ہونٹ بھینچ کر مسکرایا اور سر ہلاتا ہوا بولا۔ "جب ہاتھ میں پستول اور کھوپڑی میں سوراخ ہو تو معاملہ ذاتی حد سے آگے نکل جاتا ہے۔ آپ ہسپتال میں مرجائیں، نرسنگ ہوم میں مرجائیں، ڈاکٹر کی دوائی کھا کر مرجائیں ہم آپ کو قطعاً کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر آپ ڈاکٹر سے مشورہ کئے بغیر مرجاتے ہیں تو ہمارا سائرن بجنا شروع ہوجاتا ہے۔"

شامی نے میری طرف دیکھ کر اردو میں کہا۔ "اپنی ہی برادری کا معلوم ہوتا ہے۔"

"بھاگ چلو یہاں سے!" میں نے کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ ہماری شناختی پریڈ کرادے۔"

"شریف آدمی ہے!" شامی نے کہا۔ "ذرا شکل تو دیکھو، پولیس والا تو بالکل ہی نہیں لگتا!" پھر اس نے سارجنٹ سے مخاطب ہوکر انگریزی میں کہا۔ "جناب کیا آپ کو یقین ہے کہ مرحوم نے خودکشی ہی کی تھی۔؟"

"داہنی کنپٹی میں سوراخ اور ہاتھ میں پستول ہو تو کیس خودکشی کا ہی ہوتا ہے۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کسی نے اسکی کنپٹی میں سوراخ کرنے کے بعد پستول اسکے ہاتھ میں تھمادیا ہو۔"

"بہت ممکن ہے!" سارجنٹ نے کہا۔ "ہماری یہاں موجودگی کا مقصد بھی یہی ہے۔ ویسے ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ کیس خودکشی کا ہی ہے۔"

"آپ نے مرحوم کے کمرے میں کوئی خلاف معمول چیز تو نہیں دیکھی۔؟" شامی نے پوچھا۔ "چوری یا کشمکش کی کوئی علامت۔؟"

سارجنٹ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "تمہارے پوچھنے پر یاد آیا۔ مرحوم کے کمرے سے ہمیں ایک عجیب و غریب چیز ملی ہے۔"

"کیا چیز۔؟"

"ایک آرائشی پلے کارڈ۔ اس کے اوپر ایک حیرت انگیز عبارت لکھی ہوئی ہے۔ کم از کم کوئی ذی شعور انسان ایسی عبارت نہیں لکھ سکتا۔ اس پر لکھا ہے۔ 'خوش آمدید اے دوسری دنیا کے مکینو۔ کرۂ ارض پر تمہاری آمد مبارک۔' یقیناً وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ ایسے شخص کا خودکشی کرلینا قطعاً تعجب خیز نہیں۔"

"اوہ!" شامی نے بے ساختہ کہا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوگئے تھے۔ اس نے سارجنٹ کا شکریہ ادا کیا اور جانے کے لئے مڑا۔

"کیا بات ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"یاد ہے میلن نے کیا کہا تھا!" شامی نے کہا۔ "کل ۱۵ مئی ہے اور کل دریائے کیکاپان پر اڑن طشتری کی آمد متوقع ہے۔ آج کی رات دریا کے کنارے گزرے گی۔"

واپس ہوٹل پہنچے تو استقبالیہ کلرک نے بتایا کہ مسٹر شومر نے فون کیا تھا۔ شامی نے اسکے فون کو نظرانداز کردیا اور رات کے کھانے کے بعد روانگی کی تیاری کرنے لگا۔

رات کے ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ہم اپنی فورڈ کار میں دریائے کیکاپان کے کنارے بیٹھے تھے۔ وہ ایک ویران پہاڑی علاقہ تھا دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں تھا۔ چاروں طرف تاریکی اور سناٹا طاری تھا۔ مشرق کی طرف سے ہلکی ہلکی ہوا چلنی شروع ہوگئی تھی۔ دریا سست روی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ شامی کے پاس مووی کیمرہ تھا اور میرے پاس سادہ یاشیکا کیمرہ تھا۔ ہم ان سپاہیوں کی طرح مستعد بیٹھے تھے جنہیں کسی وقت بھی

ملے کا خطرہ ہو۔ جس جگہ ہماری گاڑی کھڑی تھی وہاں سے سڑک تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھی۔ تاہم سڑک پر سے گزرنے والی گاڑیاں ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ لیکن جب سے ہم آئے تھے سڑک پر سے ایک بھی گاڑی نہیں گزری تھی۔ ایک گھنٹہ تک یونہی بیٹھے رہنے کے بعد میں پچھلی سیٹ پر لیٹ گیا۔ اور شامی سے کہا کہ اگر اسے کوئی قابلِ ذکر چیز نظر آئے تو مجھے خبر کر دے۔

لیٹنے کے چند منٹ بعد ہی میری آنکھ لگ گئی۔ واضح طور پر میں کئی گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ دفعتہً ایک خاص قسم کا شور سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ کار کسی خزاں رسیدہ پتے کی مانند لرز رہی ہے۔ میں جلدی سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر جو منظر میں نے دیکھا وہ رگوں میں خون منجمد کر دینے کے لئے کافی تھا۔ ہماری کار سطحِ زمین سے کم از کم پندرہ فٹ اونچی تھی۔ گویا فضا میں معلق تھی۔ اوہ میرے خدا! شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ آس پاس کی فضا ایک مدھم اور ناقابلِ فہم شور سے معمور تھی۔ کار کے اردگرد عجیب قسم کی نارنجی اور نیلی روشنی کا ہالہ نظر آ رہا تھا جس کا قطر پچیس تیس گز کے لگ بھگ ہوگا۔ میرے بدن میں جھرجھری سی آ گئی۔

سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ تھی کہ شامی اپنی سیٹ پر نہیں تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر باہر . . . بلکہ نیچے کی طرف دیکھا۔ کار واقعی زمین سے بلند فضا میں معلق تھی۔ اگر میں چھلانگ لگاتا تو ضرور اپنی ٹانگیں توڑ لیتا۔ پھر میں نے اوپر کی طرف دیکھا۔ کار کے عین اوپر ایک انتہائی چمکدار شے نظر آ رہی تھی۔ اس کا سائز روشنی کے اس ہالے کے برابر تھا جو زمین پر نظر آ رہا تھا اس کا اوپر کا حصہ انتہائی تیزی کے ساتھ گردش کر رہا تھا۔ نچلا حصہ ساکن تھا اس میں سے تیز روشنی پھوٹ رہی تھی جس کی وجہ سے اس پر نظر جمانا مشکل تھا۔

اس لمحے ایک ہیبتناک انکشاف نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ کار بتدریج اوپر اٹھ رہی تھی۔ نجانے وہ کونسی مقناطیسی شعاعیں تھیں جو کار اوپر کھینچ رہی تھیں۔ انتہائی خوف اور مایوسی کے باعث میں نے دل کو تسلی دینے کے لئے سوچا کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں یا فریبِ نظر کا شکار ہو گیا ہوں۔ لیکن جو کچھ میں دیکھ اور محسوس کر رہا تھا وہ حقیقت تھا۔ بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ کار سے چھلانگ لگا دی جائے۔ گو اس میں ہاتھ پیر ٹوٹنے کا خطرہ تھا لیکن اس بلائے ناگہانی سے بہرحال بہتر تھا جو دھیرے دھیرے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فضا میں اسٹین گن چلنے کی آواز گونجی۔ کسی نے برسٹ فائر کیا تھا۔ معاً ایک تیز اور سیٹی سے ملتی جلتی آواز سنائی دی۔ پھر میرے سر پر معلق اڑن طشتری سے ایک تیز شعاع نکلتی دکھائی دی۔ یہ شعاع کچھ فاصلے پر واقع درخت پر پڑی اور اس میں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ فائر کی ایک اور آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز تیز ہو گئی۔ تب یہ دیکھ کر مجھے قدرے اطمینان ہوا کہ کار نیچے جانا شروع ہو گئی تھی۔ میں نے اوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ اڑن طشتری اوپر کی طرف اٹھ رہی تھی۔ بالآخر کار زمین

> علقوی سے کسی نے پوچھا :
> ” اپنی زندگی میں آپ کی ملاقات جن لوگوں سے ہوئی ہے، ان کی صفات جاننے کے بارے میں آپ نے کیا رویہ اختیار کیا؟“
> علقوی نے جواب دیا۔
> ” میں نے کسی پر کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں دراصل کیا ہوں۔ ہر شخص سے میں جھک کر ملتا تھا اور اس کی عزت کرتا تھا۔ جن لوگوں نے میرے اس رویے کے پیشِ نظر جارحانہ طرزِ عمل اختیار کیا، میں نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ جو لوگ میری ظاہری حالت پر ترس کھا کر ملتے تھے، میں نے ان کی صحبت بھی اتنی ہی جلد ترک کر دی۔“

کے ساتھ لگ گئی۔ میں جلدی سے باہر نکلا اور دوبارہ اوپر دیکھا۔ اڑن طشتری آواز سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ کائنات کی بے کراں وسعتوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک چمکدار دھبے کی مانند نظر آنے لگی۔ میں نے آنکھیں مل کر چاروں طرف دیکھا۔ وہ صبح کاذب کا وقت تھا۔ اب وہاں خاموشی اور تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک طویل وقفے تک میں اپنے ہوش و حواس بحال نہ کر سکا۔ پھر کسی کے قدموں کی چاپ سن کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔ سامنے شامی چلا آ رہا تھا۔ اس کے ایک کندھے پر اسٹین گن اور دوسرے پر کیمرہ لٹک رہا تھا۔

” تم کہاں چلے گئے تھے؟“ میں نے کہا۔ ” میں تمہارے بارے میں سخت فکرمند تھا۔“

” اگر میں بھی سو جاتا تو پھر تمہیں واقعی فکرمند ہونا پڑتا۔“ شامی نے کہا۔ ” اب تک ہم کار سمیت کئی ہزار میل کا فضائی سفر طے کر چکے ہوتے۔“

” میرے بدن پر تو ابھی تک اس ہیبتناک منظر کی دہشت طاری ہے۔“ میں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ ” یقین نہیں آتا کہ سب کچھ اصل تھا۔“

” اصل اور بالکل حقیقی۔ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔“

” لیکن ہماری کار کس طرح فضا میں بلند ہو گئی تھی۔؟“

” دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔“ شامی نے کہا۔ ” یا تو ان کے پاس کوئی مقناطیسی نظام تھا یا ہوا کھینچنے کا طاقتور آلہ نصب تھا اور دوسری حیرت انگیز چیز وہ شعاع تھی جس نے لمحہ بھر میں سرسبز درخت کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ اب سے ایک گھنٹہ قبل مجھ پر اونگھ طاری ہونے لگی تھی۔ میں نے سوچا اگر میں بیٹھا رہا تو ضرور سو جاؤں گا۔ لہٰذا ٹہلنے کے لئے سڑک کی طرف نکل گیا۔ تب میں نے اس طشتری کو زمین کی طرف آتے دیکھا۔ اس کا رخ دریا کی طرف تھا۔ وہ پانی سے چند فٹ کے فاصلے پر پہنچ کر فضا میں معلق ہو گئی۔ اس کے اندر سے رنگ برنگی شعاعیں نکل رہی تھیں جس کی وجہ سے اس پر نظریں جمانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کے پہلو سے ایک سفید چمکدار پائپ نمودار ہوا اور اس کا سرا پانی میں ڈوب گیا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ پانی کھینچ رہا ہے۔“

"غالباً وہ پانی کو بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں" شامی نے کہا "گذشتہ دنوں کتابوں اور مضامین کے مطالعے سے میں نے ایک خاص بات یہ نوٹ کی ہے کہ اڑن طشتریاں عموماً کسی جھیل یا دریا کے کنارے پر اترتی دیکھی گئی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس سیارے سے یہ طشتریاں آتی ہیں وہاں پانی نہیں ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ طشتریاں ایک طرح سے واٹر ٹینکر کا کام کرتی ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ پانی کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے۔"

"اس زمین پر واقعی ناممکن ہے۔ لیکن بات اس زمین کی نہیں کسی اور سیارے کی ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے فطرت نے اس سیارے کی اجتماعی زندگی کا انحصار کسی اور چیز پر رکھا ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ وہاں پانی بہت قلیل مقدار میں پایا جاتا ہو۔ اور اب آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر وہ زمین سے پانی لینے پر مجبور ہوں۔"

"تم نے اس پر فائر کیوں کیا تھا۔؟"

"اسلئے کہ فی الحال میں تمہاری جدائی برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں" شامی نے کہا "اگر میں فائر نہ کرتا تو تم کار سمیت طشتری کے اندر غائب ہو جاتے۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اڑن طشتری کی ایک درجن تصویریں اتار چکا ہوں جو اس کیمرے میں محفوظ ہیں۔"

"گویا تم نصف ثبوت حاصل کر چکے ہو۔"

"بشرطیکہ شوکلر نے اس ثبوت کو تسلیم کر لیا۔"

پھر ہم کار میں بیٹھ کر واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ ناشتے سے فارغ ہوئے تو ایلزا لارسن شور مچاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ "ساری رات تمہیں فون کرتی رہی ہوں" اس نے کہا "کہاں غائب ہو گئے تھے۔؟"

"اڑن طشتری کی سیر کرنے گئے تھے" شامی نے کہا "تمہاری کشش واپس کھینچ لائی ورنہ اس وقت خلا کی سیر کر رہے ہوتے۔"

"مس ایلزا" میں نے کہا "ہم اڑن طشتری کی تصویریں اتارنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

ایلزا ایکدم اچھل پڑی "کیا واقعی۔؟"

میں نے اسے گزشتہ رات پیش آنے والے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ سناتے ہوئے کہا "اگر شامی بروقت میری مدد نہ کرتا تو میں اس اڑن طشتری کے اندر پہنچ جاتا۔ سب سے حیرت انگیز وہ تصویر ہوگی جس میں ہماری کار زمین سے پندرہ فٹ اونچی فضا میں بلند ہے اور اس کے اوپر اڑن طشتری معلق ہے۔"

ایلزا کے چہرے پر سوچ کی لکیریں ابھر آئیں "مجھے امید ہے تم نے فلم کو حفاظت میں رکھا ہوگا۔"

"ہم اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔"

ایلزا نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور بولی "مسٹر شوکلر تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ آج شام کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟ اور ہاں طشتری کی تصویریں بھی ساتھ لیتے آنا۔" اسکے بعد وہ رخصت ہو گئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ فلم دھلنے کے لئے دیدی جائے" شامی نے کہا۔

"میرے خیال میں فلم کو اپنی نظروں کے سامنے دھلوانا مناسب ہوگا" میں نے کہا "اس معاملے میں کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہئیے" شامی نے میرے خیال سے اتفاق کیا۔

ہم ایک قریبی فوٹو اسٹوڈیو میں گئے اور اس سے کہا کہ ہم ایک فلم ارجنٹ دھلوانا چاہتے ہیں۔ اس نے فلم لے لی اور ہمیں انتظار کرنے کے لئے کہا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد جب وہ باہر آیا تو اس کے چہرے پر حیرت تھی اس نے باری باری ہمارے چہروں کو گھورا "یا تو آپ لینس کا ڈھکنا اتارنا بھول گئے ہیں" اس نے خالی فلم سامنے کرتے ہوئے کہا "یا کسی نے تصویریں اتارے بغیر فلم کو اصلی ریل پر لپیٹ دیا ہے۔"

"اور یا کیمرے کے شٹر نے کام نہیں کیا" شامی نے کہا "زحمت کے لئے معذرت! یہ لیجئے آپ کے پیسے" اس نے کاؤنٹر پر پیسے رکھتے ہوئے کہا "فلم پیک کر دیں۔"

فوٹو گرافر نے فلم کو لپیٹ کر لفافے میں ڈال دیا۔

ہوٹل پہنچ کر شامی نے فلم والے لفافے کو میز پر پھینک دیا اور کپڑے تبدیل کئے بغیر ہی بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی سو گیا۔

آنکھ کھلی تو کمرے میں دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شامی شیو بنا رہا تھا۔ "کوئی شخص ہمارے کمرے میں داخل ہوا تھا" اس نے لاپرواہی سے کہا "فلم والا لفافہ غائب ہے۔"

"اوہ" تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔"

"یا ہمارے باس کی سیکرٹری کو ہماری کامیابی پسند نہیں آئی" شامی نے کہا "بہرحال اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

شام کو ہم شوکلر سے ملے اور اسے اب تک کے واقعات کی رپورٹ دی۔ گزشتہ رات کے واقعے پر اس نے خاصی حیرت کا اظہار کیا۔ اس کا خیال تھا کہ جس رفتار سے ہم آگے بڑھ رہے تھے ہماری ترقی یقینی تھی۔ آخر میں اس نے ہمیں یاد دلایا کہ آزمائشی مدت پوری ہونے میں ابھی پانچ ہفتے باقی تھے! اس دوران فریقین کسی بھی معقول وجہ کی بنا پر معاہدہ منسوخ کر سکتے ہیں۔

آئندہ پانچ ہفتے ہم نے ان لوگوں سے ملنے میں صرف کئے جنہوں نے اڑن طشتریاں دیکھیں تھیں یا دیکھنے کا دعویٰ کیا تھا۔ دسویں ہفتے کے آخری دن ہم والٹر شوکلر کے کشادہ اور دفتر میں بیٹھے تھے۔

"ہاں تو مسٹر شامی" شوکلر سگار کا کش لیتا ہوا بولا "کس نتیجے پر پہنچے ہو؟ اس مہم کو جاری رکھنا مناسب ہوگا یا ختم کرنا۔؟"

"اگر ختم کرنا مناسب ہوتا تو میں اتنی دیر نہ لگاتا" شامی نے کہا "پہلے

ہفتے میں ہی فیصلہ کرلیا۔"

"خوب۔" شولر سگار کو گھورتا ہوا بولا۔ "گویا تم پر امید ہو کہ ثبوت مہیا کیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ تجربے کی بنیاد پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ثبوت تصویر کے علاوہ کچھ اور ہونا چاہئیے۔ مثلاً تم نے پگلدار پائپ کا ذکر کیا تھا۔ میرے خیال میں رائفل یا مشین گن کے ذریعے اس پائپ کا کچھ حصہ کاٹا جا سکتا ہے۔ واضح طور پر اڑن طشتری کے اندر کوئی ایسا نظام موجود ہے جس کے ذریعے وہ ایک مخصوص حد کے اندر موجود ہر قسم کی مشینری کو جام کر دیتے ہیں۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہوگا کہ وہ پائپ اڑن طشتری ہی سے حاصل کیا گیا ہے۔"

"اس بات کی تصدیق کا انتظام ہمارے پاس موجود ہے۔" شولر نے کہا۔ "اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میرا ایک نمائندہ بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ بلکہ مناسب ہوگا کہ پہلے میں اپنے نمائندے کا تعارف کرا دوں۔" اس نے معنی خیز نظروں سے ہماری طرف دیکھا۔ پھر داہنی جانب نظر آنے والے دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا ڈرامائی انداز میں بولا۔ "مس ڈورس بیکر۔۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور ڈورس بیکر مسکراتی اٹھلاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس نے شوخ رنگ کی میکسی پہن رکھی تھی جس میں اس کا حسن کچھ اور نکھر آیا تھا۔ وہ لباس درست کرتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ مجھے بیک وقت تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی۔ لیکن شامی اس انتخاب پر کچھ مطمئن نظر نہیں آ رہا تھا۔ رسمی تعارف کے بعد اس نے کہا۔ "مسٹر شولر! اس مہم میں لوٹ پھوٹ بھی ہو سکتی ہے۔ نمائندے کا انتخاب کرتے وقت تم نے اس پہلو کو نظرانداز کر دیا ہے۔ دیگر خطرات کو اگر نظرانداز بھی کر دیا جائے تو بھی یہ ایک خاصی کٹھن مہم ثابت ہوگی۔ کام کے آغاز کے لئے میں نے خلیج ہڈسن کا انتخاب کیا ہے۔ ہمارا کیمپ دریائے چرچل کے کنارے پر ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمیں اس دشوار گزار ویرانے میں کئی دن رہنا پڑے۔"

شولر پرخیال نظروں سے ڈورس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "ڈورس ایک مشکل پسند اور مہم جو لڑکی ہے۔ یہ اس کی پہلی مہم نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ایسی حماقت کر چکی ہے اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو ٹوٹ پھوٹ سے بالکل محفوظ ہے۔"

"اوپر سے تو ثابت ہی دکھائی دیتی ہے۔" شامی نے ہولے سے کہا۔

"علاوہ ازیں۔" شولر بات جاری رکھتا ہوا بولا۔ "کراٹے کی بلیک بیلٹ چیمپئن ہے۔ اپنی حفاظت بخوبی کر لیتی ہے کچھ اور حماقتیں بھی کر چکی ہے۔ مثلاً سترہ سال کی عمر میں ایک ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی تھی۔ ایک مرتبہ چرس رکھنے کے الزام میں گرفتار بھی ہو چکی ہے۔ شمالی جارجیا کی رہنے والی ہے اور۔۔۔۔" شولر تعارف کرا رہا تھا اور ڈورس کے ہونٹوں پر شوخ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کی جگہ پر اگر کوئی مشرقی لڑکی ہوتی تو مارے شرم کے گٹھری بن جاتی۔ اس تعارف کے بعد کچھ دیر تک انتظامی امور پر بات چیت ہوتی رہی۔ شولر ہمارے کام سے خاصا مطمئن تھا۔

تین روز کے بعد ہم مائکرو بس میں بیٹھ کر دریائے چرچل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہم کینیڈا کے شہر ساسکاٹون سے روانہ ہوئے تھے اور دو گھنٹے میں سو میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ ہماری مائکرو بس کے پیچھے ٹریلر بندھا ہوا تھا اور مائکرو بس کی چھت کے اوپر ایک چھوٹی سی کشتی بندھی تھی۔ ہم نے ایک اسکاٹ باشندے کو بطور گائیڈ ساتھ لے لیا تھا۔ اس کا نام جیمز سیاکس تھا جس مقام پر ہم سفر کر رہے تھے وہاں خاصی سردی تھی سڑک کے بعض حصوں پر برف کی پتلی تہہ جمی ہوئی تھی۔

جیمز ایک سیدھا سادا وفادار شخص تھا۔ ہم نے اسے اپنے سفر کا مقصد نہیں بتایا تھا۔ راستے میں اس نے قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ نہ تو مچھلی کے شکاری ہیں اور نہ ہی مرغابی کے۔ ویسے آپ ٹورسٹ بھی نہیں لگتے۔ میرا خیال ہے کہ آپ پیاسی طشتری دیکھنے جا رہے ہیں۔"

"پیاسی طشتری کیا ہوتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کے شکاری اسے یہی کہتے ہیں۔" جیمز نے کہا۔ "یہ طشتری سیدھی جھیل پر اترتی ہے اور پانی پی کر اڑ جاتی ہے۔ لیکن کہتے ہیں بڑی خوفناک چیز ہے جس کی طرف دیکھ لے وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے۔"

"کیا تم نے بھی اس طشتری کو دیکھا ہے؟"

"نہیں لیکن سنا ہے کہ یہ ہفتے میں ایک آدھ مرتبہ ضرور جھیل پر اترتی ہے۔"

میں اور شامی ڈرائیور کے ایکدم پیچھے والی سیٹ پر بیٹھے تھے اور ڈورس تیسری اور آخری سیٹ پر بیٹھی تھی۔ بلکہ بہت بے نیازی سے دراز تھی۔

جب ہم منزل پر پہنچے تو سائے لمبے ہو رہے تھے۔ ہمارے سامنے ایک خوبصورت جھیل تھی جس کی سطح کے بیشتر حصوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ ہم نے کنارے سے تقریباً تین سو گز دور ایک ایسی جگہ پر کیمپ لگایا جہاں گھنے درخت اگے ہوئے تھے۔ ہمارے اردگرد چھوٹی چھوٹی سی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ اس مقام پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی جیمز نے ایک طرف مائکرو بس کھڑی کر دی، دوسری طرف ٹریلر اور تیسری طرف ایک خیمہ نصب کر دیا۔ چوتھی طرف ایک اونچی چٹان تھی۔ درمیان میں اس نے الاؤ جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ شامی نے فولڈنگ ٹیبل اور کرسیاں نکال کر رکھ دیں اور اسپرٹ لیمپ پر کافی بنانے لگا۔ دفعتہً وہ رک گیا اور نظریں اٹھا کر دیکھنے لگا۔ دور کہیں سے کسی ہوائی جہاز کی مدھم آواز سنائی دے رہی تھی۔

"کوئی جہاز ہے۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔ "شاید اسی طرف آ رہا ہے۔"

ڈورس تیزی سے ٹریلر کی طرف بھاگی اور اندر سے دوربین نکال کر قریبی چٹان پر چڑھ گئی۔ چند لمحوں کے بعد جہاز قریب پہنچ گیا۔ وہ دو انجنوں والا چھوٹا سا جہاز تھا۔ جھیل کے قریب پہنچ کے وہ ایکدم نیچی سطح پر آ گیا اس کے

اندر دو آدمی تھے۔ وہ جھیل کے مشرقی کنارے کے ساتھ پرواز کرتا ہوا آگے نکل گیا۔ دو منٹ کے بعد دوبارہ واپس آگیا۔ اور شور مچاتا ہوا ہمارے اوپر سے گزر گیا۔

"کوئی پرائیویٹ طیارہ معلوم ہوتا ہے۔" ڈورس نے نیچے آکر کہا۔ "لیکن یہ ہمارے سروں پر کیوں چکر لگا رہا ہے۔؟"

کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ سب کی نظریں طیارے پر لگی ہوئی تھیں جو چکر کاٹتا ہوا دوبارہ واپس آرہا تھا۔ شاہی نے ڈورس کے ہاتھ سے دوربین چھین لی اور ٹیکری کے اوپر چڑھنے لگا۔ طیارہ قدرے ترچھا پرواز کرتا ہوا ہماری طرف آیا اور شور مچاتا ہوا اوپر سے گزر گیا۔ کچھ دور جا کر اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف کرلیا اور دوبارہ واپس نہیں آیا۔ شاہی نے گہرا سانس لیتے ہوئے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آرہے تھے۔ نیچے پہنچ کر اس نے دوربین ڈورس کو تھما دی اور دوبارہ کافی بنانے لگا۔

"کچھ پتہ چلا کون تھا اس جہاز میں۔" میں نے پوچھا۔

اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔ "کوئی شوقین مزاج تھا۔ شاید تفریح کرتا پھر رہا تھا۔" تاہم اس نے محض بات بنائی تھی۔ اصل بات کچھ اور تھی۔ طیارے میں جو کوئی بھی تھا اس نے غالباً اسے پہچان لیا تھا لیکن سب کے سامنے بتانا نہیں چاہتا تھا۔ کافی پینے کے بعد ڈورس مائکروبس میں لیٹ کر آرام کرنے لگی۔ میں اور شاہی جھیل کی طرف نکل گئے۔

"ہنری اور جوزف سامر کو جانتے ہو۔؟" راستے میں شاہی نے پوچھا۔

"وہی جو فلائنگ سامر کلب میں ملے تھے۔ بعد میں ہمیں ہوٹل کے کمرے میں بھی ملنے آئے تھے۔ دونوں سگے بھائی ہیں۔ ایک ڈوفل نامی ادارے میں الیکٹریکل انجینئر ہے اور دوسرا پبلک ہیلتھ سروس میں کام کرتا ہے۔ اس کا دفتر۔۔۔"

"بس بس۔۔۔" شاہی ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ "میں نے تمہارا امتحان نہیں لیا۔ مجھے معلوم ہے تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس جہاز میں جوزف سوار تھے۔"

"اوہ۔ یہ لوگ یہاں کیا کرتے پھر رہے ہیں۔؟"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" شاہی نے کہا۔ "دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ دونوں بھی شونلر کے نمائندے ہیں یا ہماری محنت سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں۔"

"لیکن انہیں ہمارے پروگرام کی آگاہی کس طرح ہوئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہم سے پہلے یہاں پہنچ گئے تھے۔"

"بہرحال۔ اس مسئلے پر بعد میں غور کریں گے۔ فی الوقت ہمیں فوری نوعیت کے معاملات طے کرنے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں دو ایسی جگہوں کا انتخاب کرنا ہے جہاں بیٹھ کر جھیل کی نگرانی کی جا سکے۔ ایک جگہ اس کنارے پر ہوگی اور دوسری مخالف کنارے پر۔ اگر ضروری ہوا تو مورچے تیار کرنے پڑیں گے۔"

باتیں کرتے ہوئے ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔ خاصی بڑی جھیل تھی۔ سطح کا اچھا خاصا حصہ منجمد تھا۔ شمال کی طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جن کا جھیل کے کنارے پر اختتام ہوتا تھا۔ مغرب کی طرف قد آدم گھنی جھاڑیاں نظر آرہی تھیں جن کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم جنوبی کنارے پر کھڑے تھے۔ یہاں بھی جھاڑیاں اور جھاڑ جھنکار اگا ہوا تھا جس کی وجہ سے کنارے کے قریب جانا محال نظر آتا تھا۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ ماحول پراسرار سناٹے میں لپٹا ہوا تھا۔ اتنی زیادہ خاموشی تھی کہ سماعت پر گراں گزر رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہاں ٹھہرنے کے بعد ہم واپس آگئے۔

جیمز رات کا کھانا تیار کرنے میں مصروف تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور تاریکی ایکدم گہری ہوگئی تھی۔ جنوب کی طرف سے ہلکی ہلکی ہوا پتوں میں سرسراہٹ پیدا کرنے لگی۔ ہر شخص اپنے اپنے خیالوں میں گم تھا۔ ماحول میں عجیب قسم کا خوف رچا ہوا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد ہم الاؤ کے گرد بیٹھ کر تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر سونے کی تیاری کرنے لگے۔

جیمز نے مائکروبس کی درمیانی سیٹ نکال کر باہر رکھ دی اور فرش پر بستر لگالیا۔ میں نے اور شاہی نے خیمے میں سونے کا فیصلہ کیا۔ ڈورس کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ وہ ٹریلر میں سو جائیگی۔ لیکن اس کا اصرار تھا کہ وہ اکیلی نہیں سو سکتی۔ "میں تمہارے ساتھ ہی خیمے میں سو جاتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "اس علاقے میں برفانی ریچھ ہوتے ہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ خیمے میں تیسرے آدمی کی گنجائش نہیں ہوگی۔" شاہی نے کہا۔ "کیوں نہ تمہارا بستر مائکروبس میں لگا دیا جائے۔؟"

"اوہ نہ۔ مجھے جیمز قطعاً پسند نہیں۔" ڈورس نے کہا۔ "ایسا کرو تم ٹریلر میں سو جاؤ۔ میں اور جوزف خیمے میں سو جاتے ہیں۔" پھر اس نے دلنواز مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور بولی۔ "جوزف بہت مفاہمت پسند آدمی ہے۔ مجھے اس کی طبیعت بہت پسند ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" شاہی نے کہا۔ "لیکن اس کی بیوی بہت سخت عورت ہے۔ اسے پتہ چل گیا تو اس کا خرچہ بند کر دیگی۔"

"اوہ کاش" ڈورس نے حیرت سے کہا۔ "میں نے تو سنا تھا کہ مشرقی عورت شوہر کی نہایت وفادار اور فرمانبردار ہوتی ہے۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ جوزف کی بیوی مشرقی نہیں ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبے کی رہنے والی ہے۔"

"دیکھا جائیگا۔" ڈورس نے کہا اور اپنا بستر بھی خیمے میں اٹھا لائی۔ بولی۔ "تمہیں کچھ معلوم ہے اس سال امریکہ نے پاکستان کو کتنے کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد دی ہے۔؟"

"میں حساب میں ہمیشہ کمزور رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

شاہی نے اردو میں کہا۔ "محترمہ اس رقم کا سود وصول کرنے کے موڈ

میں نظر آتی ہیں۔"

پھر وہ کروٹ بدل کر سو گیا۔ ڈورس میرے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ خیمے کی تاریکی میں اسکی باتیں بہت زیادہ رنگین ہوتی جارہی تھیں۔ وہ تھوڑی سی قریب کھسک آئی۔ اسکی گرم گرم سانسیں میرے چہرے سے ٹکرانے لگیں۔

"ایک بات جانتے ہو۔؟" اس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نن۔۔۔ نہیں،" میں نے اکھڑی اکھڑی آواز میں کہا۔ میرا چہرہ تپنے لگا تھا۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ عجیب اضطراری کیفیت تھی۔

اس نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا "میں صرف تمہاری وجہ سے اس مہم میں شریک ہوئی ہوں۔ ذرا قریب آجاؤ۔"

"خدا کے لئے آہستہ بولو" میں نے کہا "کامران شاہی سن لیگا۔"

"ایڈیٹ۔!" اس نے محبت بھرے غصے سے کہا "تم اس سے اتنا ڈرتے کیوں ہو۔؟"

"مگر جیل میں دو سال تک جلاد رہ چکا ہے۔" میں نے کہا "جلال میں آجائے تو گردن کاٹنے سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔"

ڈورس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس کا گداز ہاتھ میرے بدن پر بھٹک رہا تھا اور میں ایسے مقام پر پہنچ چکا تھا جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔

صبح آنکھ کھلی تو جسم کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ شاہی کافی پہلے بیدار ہو گیا۔ وہ ناشتہ تیار کر رہا تھا۔ یہ سنکر مجھے خاصا تعجب ہوا کہ وہ صبح صبح جھیل کا پورا سروے کر چکا ہے۔ "آج ہمیں کئی کام کرنے ہیں۔" اس نے کہا۔ "دو خندقیں کھودنا ہیں۔ ایک جھیل کے شمال میں اور ایک مشرق میں۔ ان کی گہرائی کم از کم چار فٹ ہوگی۔ جنوب کی طرف جہاں اونچی اونچی جھاڑیاں اُگی ہیں وہاں کنارے تک پہنچنے کے لئے ایک تنگ سا راستہ بنایا جائیگا۔"

ناشتے کے بعد ہم نے ڈورس کو پڑاؤ پر چھوڑا اور کندھوں پر بیلچے رکھ کر جھیل کی طرف چل پڑے۔ شاہی نے ایک خندق کی کھدائی کا کام میرے سپرد کر دیا اور ایک جیمز کے۔ یہ دونوں جگہیں کافی اونچی تھیں اور وہاں سے پوری جھیل نظر آتی تھی۔ خاصا کٹھن کام تھا۔ تاہم دوپہر تک مکمل ہو گیا خندق کے اندر سے جو مٹی نکلی اسے ہم نے خندق کے سامنے نصف دائرے کی شکل میں پھیلا دیا اور اس کے اوپر جھاڑیاں گاڑ دیں۔ اس کے علاوہ خندق کا بیشتر حصہ موٹی موٹی شاخوں سے ڈھانک دیا۔ اس دوران میں شاہی جھیل کے جنوبی کنارے پر راستہ بناتا رہا۔ جب ہم واپس کیمپ میں پہنچے تو خاصے تھک چکے تھے۔

شاہی نے منصوبے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا "جیمز شمالی خندق میں ہوگا اور تم مشرقی خندق میں تمہارے پاس رائفل ہوگی اور جیمز کے پاس مشین گن۔ میں جنوبی کنارے پر موجود رہوں گا۔ میرے پاس غوطہ خوری کا لباس اور لوہا کاٹنے کی آری ہوگی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اڑن طشتری اس جھیل کے اوپر ہی اترے گی؟"

"ہاں۔" شاہی نے پورے یقین کے ساتھ کہا "اس جھیل پر ہفتے میں دو مرتبہ اڑن طشتری اترتی ہے۔ بہر حال جب طشتری پانی لینے کے لئے جھیل کی سطح پر اترے گی تو میں غوطہ خوری کے لباس میں پانی کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور ہیکسا بلیڈ کے ساتھ پائپ کاٹنے کی کوشش کروں گا۔ ہو سکتا ہے طشتری کے مکینوں کو اس حرکت کی خبر نہ ہو۔ ہو سکتا ہے خبر ہو جائے۔ میں پائپ کاٹتے ہی گہرائی میں چلا جاؤں گا۔ جب تم دیکھو کہ پائپ کٹ چکا ہے تو طشتری کی توجہ دوسری طرف لگانے کے لئے ہوائی فائر شروع کر دینا۔ اور ڈورس۔" وہ ڈورس کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "تم اس ٹیکری سے طشتری کی تصویریں اتارنے کی کوشش کرنا۔"

"کیا ہم دن بھر خندقوں میں بیٹھ کر پہرہ دیں گے۔؟" جیمز نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہمیں صبح چار بجے سے سات بجے تک ڈیوٹی دینا پڑے گی۔" شاہی نے کہا "آج رات ہم جلدی سو جائیں گے۔"

شام تک ہم نے تمام ضروری چیزیں خندقوں میں پہنچا دیں۔ تین راتوں تک ہم باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹی دیتے رہے لیکن کوئی چیز نمودار نہیں ہوئی۔ ہمارے پاس کھانے کی کمی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ جھیل میں بہترین ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی تھی۔ ڈورس اپنے ساتھ فشنگ راڈ لیکر آئی تھی۔ وہ روزانہ چار پانچ ٹراؤٹ شکار کر لیتی تھی۔

چوتھے روز رات کے کھانے کے بعد ہم الاؤ کے گرد بیٹھے تھے کہ ہمارے کانوں میں ایک عجیب و غریب آواز آئی۔ گہری اور مسلسل آواز تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ میلوں دور سے آرہی ہے۔ شاہی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کافی کا کپ میز پر رکھ دیا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یوسف جلدی کرو۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "فوراً آگ بجھا دو۔" پھر وہ میرا انتظار کئے بغیر الاؤ پر مٹی ڈالنے لگا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ "جیمز۔ تم اپنی خندق میں پہنچو۔ ہم بھی آرہے ہیں۔ ڈورس تم اپنا کیمرہ تیار کر لو۔" چند لمحوں کے اندر آگ بجھ گئی۔ لیکن ہلکا ہلکا دھواں ہنوز اٹھ رہا تھا۔ شاہی ٹریلر کی طرف بھاگا اور ایک بڑے سے برتن میں پانی بھر لایا۔ "یوسف تم بھی اپنی خندق کی طرف جاؤ۔" اس نے آگ پر پانی ڈالتے ہوئے کہا۔ "کسی قسم کی روشنی نہیں کرنا اور سنو، کوئی گرم کپڑا ضرور ساتھ لے جانا۔"

میں تیزی سے خیمے کی طرف بھاگا۔ جیمز ایک کندھے پر مشین گن اور دوسرے کندھے پر ڈفل کوٹ ڈالے جھیل کی طرف بھاگ رہا تھا۔ میں نے خیمے سے دوربین اور رائفل لی اور تیزی سے اس کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شاہی کیمپ سے نکل کر جھیل کے مغربی کونے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

رات تاریک اور سرد تھی۔ وہ حیرت انگیز آواز اب بہت قریب آچکی تھی۔ انتہائی پر ہیبت آواز تھی۔

پوری کائنات پر محیط معلوم ہوتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ تاریک جنگل کا سناٹا ایک خوفناک درندے کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ مجھے اپنی خندق میں آئے ہوئے بمشکل تیس سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ باہر کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ "یہ میں ہوں جوزف۔" اس نے کہا۔

"اوہ ڈورس؟ تم کیوں آئی ہو؟"

"اگر میں یہاں نہ آتی تو تنہائی اور خوف کی وجہ سے میرا دم ہی نکل جاتا۔"

اچانک خندق کے اندر ایک دم روشنی ہو گئی۔ میں نے ڈورس کو پیچھے دھکیل دیا اور دوربین لگا کر سوراخ کی راہ سے اوپر دیکھا۔ ایک گول بیکر طشتری جھیل کی سطح سے تقریباً سو فٹ کی بلندی پر فضا میں معلق تھی۔ یہ اس طشتری سے خاصی مختلف تھی جو ہم نے دریائے کیکاپان پر دیکھی تھی۔ وہ کسی چمکدار دھات کی بنی ہوئی تھی جس کے اندر سے نارنجی رنگ کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ اس کا اوپری حصہ بڑی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ اس کا قطر اندازاً سو فٹ اور اونچائی تیس فٹ ہو گی۔ ڈورس نے میرے قریب آ کر طشتری کو دیکھا اور ایک دم چیخ مارنے کے ارادے سے منہ کھولا۔ میں نے تیزی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ طشتری دھیرے دھیرے نیچے جانے لگی۔ پھر میں نے اس کے پیندے سے نیلی شعاع نکلتی دیکھی۔ وہ آہستہ آہستہ گردش کر رہی تھی۔ یہ شعاع حیرت انگیز اثر کر رہی تھی۔ اس کی زد میں آنے والی جگہ سے برف پگھلنا شروع ہو گئی تھی۔ چند لمحوں کے اندر منجمد سطح کا ایک بہت بڑا حصہ پانی میں تبدیل ہو گیا اور طشتری کسی بحری جہاز کی مانند سطح آب پر اتر گئی۔ لمحہ بھر کے بعد اس کے پیندے سے ایک چمکدار پائپ نمودار ہوا۔ اس کا سرا آہستہ آہستہ پانی میں ڈوب گیا۔

تب مجھے شانی کا خیال آیا۔ میں نے دوربین کا رخ اس حصے کی طرف موڑ دیا جہاں سے شانی کو غوطہ خوری کے لباس میں جھیل کے اندر داخل ہونا تھا۔ مگر وہاں کسی حرکت کے آثار نہیں تھے۔ میں دوبارہ چمکدار پائپ کو دیکھنے لگا۔ اب وہ پائپ خاصا تنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پائپ کسی جاندار چیز کی مانند تڑپا اور اچھل کر پانی سے باہر آ گیا۔ معاً فضا میں ایک تیز سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور طشتری سطح آب سے چند فٹ بلند ہو گئی۔ پھر نیلی شعاع پانی کا طواف کرنے لگی۔ اب اس میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی تھی۔ جہاں جہاں وہ شعاع پڑتی وہاں سے پانی کھولنے لگتا سطح کے اوپر بھاپ کے بادل جمع ہو گئے تھے پھر شمالی مورچے سے جیمز نے پہلا برسٹ فائر کیا۔ طشتری ایکدم فضا میں بلند ہوئی۔ نیلی شعاع کا رخ شمال کی طرف ہو گیا۔ اسکے راستے میں آنے والے درخت اور پودے سوکھی لکڑیوں کی مانند جل اٹھے۔ یہ پرہول منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے دوربین گلے میں لٹکائی اور فائر کے لئے رائفل سیدھی کی۔ لیکن ڈورس کسی دیوانے کی طرح مجھ پر جھپٹی اور رائفل چھین لی "یہ کیا تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔" اس نے اپنے جوش کو دباتے ہوئے کہا۔ "اس خوفناک چیز کے سامنے تمہارے اس کھلونے کی کیا حقیقت کیا ہے۔"

طشتری کافی بلندی پر جانے کے بعد شمال کی طرف بڑھنے لگی۔ آس پاس کا علاقہ دن کی مانند روشن ہو گیا تھا جیمز نے طشتری کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ایک اور برسٹ فائر کیا اور خندق سے نکل کر ایک طرف بھاگنے لگا۔ تب میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس نے میرے جسم پر لرزہ طاری کر دیا۔ طشتری بڑی تیزی سے نیچے آئی۔ اس کے اندر سے نیلی شعاع برآمد ہوئی اور سیدھی جیمز پر پڑی۔ اس کا اثر آسمان سے گرنے والی بجلی جیسا تھا۔ دوسرے ہی لمحے جیمز کا بے جان جسم کسی جلی ہوئی لکڑی کی مانند زمین پر پڑا تھا۔ اس کے بعد طشتری ناقابل یقین تیز رفتاری کے ساتھ بلندی کی طرف محو پرواز ہوئی اور چند لمحوں کے اندر فضائے بسیط کی وسعتوں میں گم ہو گئی۔ ماحول پر ایک بار پھر گہری تاریکی اور پر ہیبت سناٹا طاری ہو گیا۔ میں اس تاریک خندق میں کسی بت کی مانند کھڑا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے میرے جسم کی ساری قوت عمل کو ناکارہ کر دیا ہے۔

پھر رات کے سناٹے میں کسی کے دوڑنے کی آواز گونجی "کک ... کوئی اس طرف آ رہا ہے۔" ڈورس نے اکھڑی اکھڑی آواز میں کہا۔

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں عالم بالا سے واپس زمین پر آ گیا تھا۔ قدموں کی آواز بتدریج قریب آتی جا رہی تھی۔ ڈورس نے رائفل اٹھائی اور اندھا دھند فائر جھونک مارا۔ قدموں کی آواز ایک دم تھم گئی۔

"رک جاؤ۔" ڈورس نے چیخ کر کہا۔

"ڈورس، ڈورس۔" میں نے اپنے حواس بحال کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا کر دیا تم نے! اوہ میرے خدا، شاید تم نے شانی پر فائر کر دیا ہے۔"

"گھبراہٹ میں کیا ہوا فائر کبھی نشانے پر نہیں بیٹھتا۔" عقب سے شانی کی آواز آئی "مس ڈورس میں نے تمہیں کیمرہ شوٹنگ کے لئے کہا تھا۔ رائفل شوٹنگ کے لئے نہیں۔"

میں اچھل کر خندق سے باہر نکلا اور شانی سے لپٹ گیا۔

"اب ہم کل واپس روانہ ہو جائیں گے۔" شانی میرا کندھا تھپتھپاتا ہوا بولا "اور ایک لاکھ ڈالر بھی یقیناً وصول کریں گے۔"

"کک ... کیا مطلب ...؟" میں نے پوچھا جواب میں شانی نے داہنا ہاتھ میرے سامنے کر دیا۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا چمکدار پائپ نظر آ رہا تھا۔ اس کے اندر سے حیرت انگیز روشنی خارج ہو رہی تھی جس سے آس پاس کا ماحول روشن ہو گیا تھا۔

"اوہ ڈیر شانی۔" ڈورس نے جوش مسرت سے کہا "تم واقعی جینئس ہو۔"

شانی نے پائپ اوورکوٹ کے اندر رکھتے ہوئے کہا "آہ بیچارہ جیمز، اگر وہ بروقت فائر نہ کرتا تو ہماری کامیابی مشکوک ہو جاتی۔ پائپ کاٹنے کے بعد میں بیس فٹ گہرے پانی میں چلا گیا تھا لیکن اتنی گہرائی میں بھی پانی

گرم ہونا شروع ہوگیا تھا۔ ایک اعتبار سے مجھے فائدہ بھی ہوا۔ پانی انتہائی ٹھنڈا تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اگر مجھے زیادہ دیر اندر رہنا پڑا تو رگوں میں خون منجمد ہوجائیگا۔ لیکن اس نیلی شعاع کی وجہ سے پانی گرم ہوگیا اور میرے بدن میں دوبارہ توانائی پیدا ہوگئی۔"

"وہ شعاع تو آسمانی قہر تھی جس چیز پر پڑتی تھی اسے خس و خاشاک کی مانند راکھ کر دیتی تھی۔ یہ ڈورس کی مہربانی تھی کہ میں فائر کرنے سے باز رہا۔ ورنہ اس وقت ہم دونوں کے سوختہ ڈھانچے یہاں پڑے ہوتے۔"

"اگر جیمز خندق سے باہر نہ نکلتا تو شاید بچ جاتا۔" شامی نے کہا۔ "اور تم نے فائر نہ کرکے بہت بڑی غلطی کی۔ اگر تم فائر کر دیتے تو طشتری کی توجہ ہٹ جاتی اور وہ حملہ کئے بغیر واپس چلی جاتی۔ بہرحال اب جلدی کیمپ چلو ہمیں بہت سارے کام کرنے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اسی وقت واپس روانہ ہوجائیں۔ یہاں رکنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے آج صبح میں نے جنوب کی طرف سے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ پھر ہم اس ہوائی جہاز کو بھی نظرانداز نہیں کرسکتے۔ میرا اندازہ ہے کہ ہماری مسلسل نگرانی کی جارہی ہے۔"

کیمپ کی طرف جانے سے پہلے اس نے چمکدار پائپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر خندق کے اندر زمین میں دفن کر دیا۔ میرے استفسار پر اس نے کہا کہ اسے ساتھ لئے پھرنا خطرناک ہے۔ جانے سے پہلے وہاں سے نکال لیں گے۔ کیمپ پہنچ کر ہم نے دوبارہ الاؤ روشن کیا۔ ڈورس کافی تیار کرنے لگ گئی۔ شامی نے ماکروبس کا انجن اسٹارٹ کرکے دیکھا۔ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ کافی پینے کے بعد ہم دو بیلچے لیکر اس مقام پر پہنچے جہاں جیمز ہلاک ہوا تھا۔ اس اثنا میں چاند نکل آیا تھا اور ماحول ہلکی ہلکی روشنی میں نہا گیا تھا۔ جیمز کی جلی ہوئی لاش دیکھ کر ہماری آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ ڈورس دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ ہم نے اسکی لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کر اس خندق میں دفن کر دیا جہاں سے اس نے طشتری پر فائر کیا تھا۔ ڈورس نے جنگلی پھولوں کا گلدستہ بنا کر اسکی قبر پر سجا دیا۔ پھر ہم چند لمحوں تک احتراماً اسکی قبر کے سامنے کھڑے رہے۔

دفعتہً رات کے سناٹے میں ہوائی جہاز کی مدھم آواز سے ارتعاش پیدا ہوا۔ شامی تیزی سے مشین گن کی طرف بھاگا۔ "وہی ہے!" اس نے چیخ کر کہا۔ "اب یہ بچ کر واپس نہ جائے۔ یوسف یہ سامان ان جھاڑیوں کے پیچھے لے آؤ۔ ڈورس تم بھی مدد کرو۔ کوئی چیز کھلی جگہ پر نہ رہے!" لمحہ بھر کے اندر ہم نے سارا سامان گھنی جھاڑیوں کی اوٹ میں جمع کر دیا۔ شامی نے مشین گن کو چیک کیا تو اچانک اس کے منہ سے کلمۂ تاسف برآمد ہوگیا۔ "اوہ! اس کا میگزین تو پگھل چکا ہے۔" میں نے دیکھا مشین گن کا میگزین جزوی طور پر پگھل گیا تھا اور استعمال کے قابل نہیں رہا تھا۔

"تمہاری رائفل کہاں ہے یوسف۔" شامی نے پوچھا۔

"وہ تو میں کیمپ پر ہی چھوڑ آیا ہوں۔"

"جہاز شور مچاتا ہوا قریب پہنچ گیا۔ روشن الاؤ کی وجہ سے کیمپ کا سراغ لگانا مشکل نہیں تھا۔ جہاز نے جھیل کے اوپر ایک چکر لگایا اور پھر کسی باز کی مانند کیمپ کی طرف غوطہ لگایا۔ دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ہمارا خیمہ شعلوں کی لپیٹ میں آگیا۔ غالباً انہوں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ ہم خیمے کے اندر سو رہے ہیں۔ کچھ دور جانے کے بعد جہاز واپس مڑا اور دوبارہ کیمپ پر غوطہ لگایا پھر ایک اور دھماکہ ہوا اور ماکروبس کے پرخچے اڑ گئے۔

"اب کیا ہوگا۔؟" ڈورس چیخ پڑی۔ "ہم واپس کس طرح جائینگے؟"

جہاز نے ایک اور چکر کاٹا اور کیمپ کے اوپر سے گزرتا ہوا واپس جنوب کی طرف چلا گیا۔ اس نے ٹریلر پر کوئی بم نہیں پھینکا تھا۔ ماحول پر ایک بار پھر دہی پرہیبت سناٹا طاری ہوگیا تھا۔ ہم اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے اور سامان اٹھا کر کیمپ کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر ہم بچی کھچی اشیا اکٹھی کرنے لگے۔ خیمہ جل کر راکھ بن چکا تھا۔ ماکروبس کا انجن ناکارہ ہوگیا تھا۔ کھانے پینے کا سامان چونکہ ٹریلر میں تھا اسلئے کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا تھا۔ رائفل بھی محفوظ تھی۔ ہم نے قابل استعمال چیزوں کو ٹریلر کے اندر رکھا اور رات گزارنے کے لئے ٹریلر کے اندر لیٹ گئے۔ لیکن خوف کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ ڈورس بار بار یہی پوچھتی تھی کہ ہم واپس کس طرح جائینگے۔

نصف رات کے قریب میری آنکھ لگ گئی۔ دفعتہً ڈورس نے مجھے جھنجوڑ کر جگا دیا۔ "کوئی گاڑی اسی طرف آرہی ہے۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "جلدی سے اٹھو!"

اسکی آواز سن کر شامی بھی بیدار ہوگیا۔ چند لمحوں تک وہ کان لگا کر آواز سنتا رہا پھر اچھل کر بستر سے باہر نکل آیا۔ اس نے قریب پڑی ہوئی رائفل اٹھالی اور کوٹ پہنتا ہوا بولا۔ "جلدی سے گرم کپڑے پہن لو اور میرے پیچھے آؤ۔"

ہم جلدی جلدی تیار ہوگئے اور شامی کی راہنمائی میں قریبی چٹان کی اوٹ میں پہنچ گئے۔ ڈورس کچھ سردی اور کچھ خوف کی وجہ سے مسلسل کانپ رہی تھی۔ گاڑی کی آواز بتدریج قریب آتی جارہی تھی۔ اب ہیڈ لائٹس کی روشنی بھی نظر آرہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد ایک لینڈ روور کچی سڑک پر جھٹکے کھاتی نمودار ہوئی اور کیمپ کے سامنے آکر رک گئی۔ اندر سے دو دراز قد آدمی باہر نکلے۔ ایک کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں ٹارچ۔ دونوں نے ایکدوسرے کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر کیمپ کی بکھری ہوئی چیزوں کا جائزہ لینے لگے۔ "یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" ٹارچ والے نے کہا۔ "کوئی لاش بھی نہیں ہے۔"

"تین لاشیں ہونا چاہئیں۔" پستول بردار شخص نے کہا۔ "شاید اس ماکروبس کے ڈھانچے میں پھنسی ہونگی۔"

"ہوسکتا ہے طشتری نے چاروں کو ہلاک کر دیا ہو۔"

"طشتری نے صرف ایک آدمی کو ہلاک کیا تھا" پستول بردار نے کہا۔ "کم ازکم کریگ نے یہی اطلاع دی تھی اور اس کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اس نے ریڈیو وائرلیس پر اطلاع دی تھی کہ جیمز نامی شخص نیلی شعاع کی زد میں آکر ہلاک ہوگیا تھا اور کامران شامی طشتری کا پائپ کاٹنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ فی الحال تم پائپ تلاش کرو۔"

ساری بات واضح ہوگئی تھی۔ یہ دونوں ہنری اور جونز کے آدمی تھے۔ آخرالذکر نے شروع سے ہماری نگرانی کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان کا ایک آدمی ہر وقت ہماری نگرانی کرتا رہا تھا۔ جب انہیں یہ خبر ملی کہ ہم نے طشتری کا پائپ کاٹ لیا ہے تو انہوں نے ہمیں ہلاک کرنے کے لئے کیمپ پر ہوائی حملہ کیا۔ اپنی دانست میں وہ ہمیں ہلاک کر گئے تھے لیکن دوسری مرتبہ بھی ہم جیمز کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ اگر ہم اس کی تجہیز و تکفین میں مصروف نہ ہوتے تو یقیناً ہلاک ہو چکے ہوتے۔ اور اب یہ دونوں اشخاص پائپ لینے کے لئے یہاں آئے تھے۔ دونوں تقریباً دس منٹ تک ملبے کی تلاشی لیتے رہے پھر باہر آگئے۔

"ہوسکتا ہے وہ پائپ اس خیمے کے ساتھ ہی جل گیا ہو۔" ٹارچ والے نے کہا۔

"ناممکن۔ معمولی آگ اس پائپ کو ضائع نہیں کرسکتی۔ آؤ خیمے کی راکھ میں دیکھتے ہیں۔"

اب وہ ہمارے بالکل سامنے تھے۔ شامی نے رائفل سیدھی کی اور نشانہ لے کر فائر کردیا۔ گولی پستول بردار شخص کے ہاتھ پر لگی۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جاگرا اور وہ بلبلاتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے ٹارچ پھینک دی اور شور مچاتا ہوا ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ شامی نے ایک اور فائر کیا گولی بھاگنے والے کے پیروں کے قریب زمین میں پیوست ہوگئی۔ اس کی رفتار اور تیز ہوگئی۔ تیسری گولی زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو لگی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ یہ دیکھ کر زخمی شخص بھی اپنے ساتھی کے پیچھے بھاگتا چلا گیا۔

"جلدی کرو۔" شامی نے تیزی سے کہا۔ "ہم ان لوگوں کی لینڈ روور میں واپس جارہے ہیں۔ یوسف تم اس خندق سے پائپ نکال کر لے آؤ۔ ڈورس تم میرے ساتھ آؤ تاکہ ضروری سامان لینڈ روور میں منتقل کرلیں۔"

پندرہ منٹ کے بعد ہم لینڈ روور میں بیٹھ کر روانہ ہو رہے تھے۔ ان دونوں کا کچھ پتہ نہیں تھا جو اس گاڑی میں بیٹھ کر پائپ لینے آئے تھے۔ میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ شامی اگلی سیٹ پر آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ ڈورس پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ہم خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ ماحول پر ایک نادیدہ اور پر ہیبت دہشت طاری تھی۔ ڈورس بار بار آسمان کی طرف دیکھتی تھی۔ ہمارے سامنے دو خطرے تھے۔ ایک اس ہوائی جہاز کا جس نے ہمارا کیمپ تباہ کیا تھا اور دوسرا اڑن طشتری کا۔ تحقیقات کے دوران ہمیں پتہ چلا تھا کہ اڑن طشتری کی مخلوق اپنی کوئی چیز دنیا میں نہیں چھوڑتی اور اگر کوئی چیز رہ جائے تو اسے بہر قیمت واپس لے جاتی ہے۔

ہم قصبہ میسی نائب اور قصبہ لارونج میں رکے بغیر آگے بڑھ گئے۔ راستے میں کہیں کہیں سڑک پر برف بھی جمی ہوئی تھی جہاں ہمیں رفتار کم کرنا پڑی۔ تاہم بغیر کسی رکاوٹ کے ہم آگے بڑھتے رہے۔ پرنس البرٹ میں ہم نے مختصر سا ناشتہ کیا اور دوبارہ آگے روانہ ہوگئے۔ تقریباً چار گھنٹے بعد ہم ساسکاٹون پہنچ گئے۔ بے خوابی اور تھکن کی وجہ سے برا حال تھا اس لئے ہم نے ایک رات وہاں قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور پارک ٹاؤن ہوٹل میں کمرے لے کر ٹھہر گئے۔ وہ ایک صاف ستھرا سا ہوٹل تھا۔ شامی پائپ کے بارے میں خاصا فکرمند تھا۔ اس نے سب سے پہلے واشنگٹن میں شوئمر کو فون کیا اور کہا۔ "مسٹر شوئمر، میں اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا ہوں..... میں ساسکاٹون سے بول رہا ہوں۔ فی الوقت ہم واشنگٹن نہیں آرہے..... بعض ایسی وجوہ ہیں جن کا فون پر ذکر نہیں کیا جاسکتا ہم ہوائی جہاز کے ذریعے سفر نہیں کرسکتے۔ کل صبح ہم پورٹ آرتھر کے لئے روانہ ہوں گے اگر تم وہاں پہنچ جاؤ تو تمہاری امانت تمہارے حوالے کردی جائے..... ہم کل شام سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔" فون بند کرنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا۔ "والٹر شوئمر کل شام پورٹ آرتھر پہنچ رہا ہے۔"

"پورٹ آرتھر۔؟"

"کینیڈا کا سرحدی شہر ہے۔ اسے تھنڈر بے بھی کہتے ہیں۔ ایک جھیل کے کنارے پر واقع ہے۔" قدرے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "کھانے سے پہلے ہمیں ایک ضروری کام کرنا ہے۔ لینڈ روور سے جان چھڑانی ہے اور ایک پرانی کار خریدنی ہے۔"

میں آرام کرنے کے موڈ میں تھا لیکن مجبوراً شامی کے ساتھ جانا پڑا۔ ہم نے لینڈ روور میں سے اپنا سارا سامان نکال لیا اور اسے ایک پارکنگ لاٹ میں چھوڑ کر واپس آگئے۔ پھر ہم ایک پرانی کاروں کے ڈیلر کے ہاں پہنچے اور چند کاریں دیکھیں۔ بالآخر ہم نے ایک سال پرانی ایک شیورلیٹ کار خریدلی۔ راستے میں شامی نے ایک ٹیلیفون بوتھ سے اسی ہوٹل کو فون کیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ "میں تھامس پارکر بول رہا ہوں۔" اس نے لہجہ بدل کر کہا۔ "مجھے ایک کمرہ چاہیئے۔"

میں ریسیور کے ساتھ کان لگا کر سننے لگا۔ کلرک نے پوچھا۔ "سنگل یا ڈبل روم۔؟"

"سنگل۔" شامی نے کہا۔ "اور یہ کمرہ دوسری منزل پر ہونا چاہیئے۔"

"ایک منٹ جناب۔" کلرک نے کہا۔ غالباً وہ اپنا ریکارڈ چیک کررہا تھا۔ "مل جائے گا آپ کب آرہے ہیں۔؟"

"میں اپنے ایک دوست کو بھیج رہا ہوں۔ آپ پیسے لے کر چابی اسے دیدیں۔ اور ہاں کرایہ کتنا ہوگا۔"

"ایک دن کے پندرہ ڈالر" کلارک نے کہا۔ "لیکن جناب رجسٹر پر دستخط کون کریگا۔۔؟"

"میں اپنے دوست کے ہاتھ ایک بند لفافہ بھیج رہا ہوں۔ اس میں تین ڈالر ہوں گے۔ پندرہ ڈالر آپ کے ہوں گے۔ جاتے وقت اپنے بچوں کے لئے کیک لیتے جائیں۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب ایسا ہی ہوگا" کلارک نے کہا۔ "آپ نے نام کیا بتایا تھا۔۔؟"

"تھامس پارکر۔"

فون بند کرنے کے بعد ہم ہوٹل کے قریب ایک چھوٹے سے پارک میں پہنچے۔ وہاں ایک بنچ پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے لباس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ شامی نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا اور کہا۔ "جناب کیا آپ ایک چھوٹا سا کام کریں گے۔" بوڑھے نے پہلے نوٹ کی طرف اور پھر ہماری طرف دیکھا۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے سر۔ میں اس قسم کے کام نہیں کرتا۔ میں شریف آدمی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی قسم کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اور آپ کے شریف ہونے میں ہمیں کوئی شبہ نہیں۔ آپ کو صرف یہ لفافہ پارک ٹاؤن کے استقبالیہ کلرک تک پہنچانا ہے۔ اور یہ دس ڈالر آپ کا محنتانہ۔"

بوڑھے نے حیرت سے شامی کی طرف دیکھا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ صرف یہ لفافہ پہنچانے کے دس ڈالر۔۔؟"

"آپ کلارک سے جاکر کہیں گے کہ آپ کو تھامس پارکر نے بھیجا ہے۔ وہ لفافہ لیکر آپ کو ایک چابی دیگا۔ وہ چابی آپ ہمیں لاکر دیدیں گے اور بس۔۔! آپ کا کام ختم۔"

بوڑھے نے بخوشی یہ کام کرنا منظور کرلیا۔ وہ لفافہ لے کر ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا اور ہم پارک میں اس کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹوں کے بعد اس نے چابی لاکر ہمیں دیدی۔ پھر ہم واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ ڈورس بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ شامی نے چمکدار پائپ کو میلے کپڑوں میں لپیٹا اور انہیں بغل میں دبا کر باہر آگیا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اس نے نئے کمرے کی چابی مجھے دی اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ میں نے

تالے میں چابی گھمائی اور ہم دونوں جلدی سے اندر داخل ہوگئے۔ شامی نے دروازہ مقفل کردیا اور کپڑوں کی گٹھری میز پر رکھ کر ٹی وی کا جائزہ لینے لگا۔ وہ چوبیس انچ کا رنگین ٹی وی تھا۔ اس نے ایک سکے کی مدد سے ٹی وی کا پچھلا حصہ کھولا اور چمکدار پائپ کو کپڑے میں لپیٹ کر اندر رکھ دیا۔ پھر پچھلا حصہ بند کردیا۔ اب کوئی گمان بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس ٹی وی میں کوئی چیز ہوسکتی ہے۔

اس سارے کام سے فارغ ہوکر ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا اور کمرے کا دروازہ مقفل کرکے سوگئے۔ سفر کی تھکن کے باعث لیٹتے ہی نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ کمرے میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ شامی اور ڈورس ابھی تک سو رہے تھے۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کمرے کے اندر کوئی چوتھا شخص بھی ہے۔ باتھ روم کے دروازے کے قریب ایک کپڑے کی الماری تھی اور یہ آواز اس الماری کے قریب سے آرہی تھی۔ اس وقت میں پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اور الماری میرے عقب میں تھی۔ میں نے آہستگی سے کروٹ بدلی۔ لیکن مجھے صورتحال سمجھنے کے لئے زیادہ تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔ ایک سیاہ اور چمکدار نالی چند انچ کے فاصلے سے میری آنکھوں میں گھور رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک ہاتھ تھا اور ہاتھ کے پیچھے ایک مجسم انسان۔ میری نظر پستول کی نالی سے ہوتی ہوئی شخص مذکور کے چہرے تک پہنچیں۔ لیکن مایوسی ہوئی۔ اس کے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھا ہوا تھا۔ "کوئی حرکت کئے بغیر سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔" اس نے ہونے سے غرا کر کہا۔

"بستر کے اوپر یا فرش پر۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"شٹ اپ۔" وہ پھنکارا۔ "فرش پر کھڑے ہوجاؤ اور ضرورت سے زیادہ مت بولو۔"

میں فرش پر کھڑا ہوگیا۔ وہ مجھے کور کرتا ہوا دیوار کے قریب لے گیا اور بولا۔ "پائپ کہاں ہے؟"

"پائپ؟ کونسا پائپ؟"

"میں زیادہ مہلت نہیں دوں گا۔" اس نے کہا۔ "ٹھیک سے جواب دو۔"

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون اس سائڈ ٹیبل پر رکھا تھا جو شامی کے سرہانے کے قریب پڑی تھی۔ نقاب پوش نے جلدی سے فون کی طرف دیکھا۔ لیکن پھر فوراً ہی میری طرف دیکھنے لگا۔

"بات کرو۔" اس نے مجھے حکم دیا۔ "لیکن کوئی اشارہ نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔"

میں اس کے آگے آگے چل پڑا۔ شامی کے بستر سے گھوم کر جب میں ٹیلیفون کے قریب پہنچا تو عقب سے ایک بے ہنگم آواز سن کر بے اختیار پیچھے مڑا۔ تب یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ نقاب پوش کا جسم کمبل میں لپٹا ہوا تھا

اور پیچھے سے کمبل کے دونوں سرے شامی نے پکڑ رکھے تھے۔ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ شامی نے اتنی تیزی سے کس طرح اس پر کمبل ڈال دیا تھا اور خود کس طرح اس کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس نے کمبل کو دائیں جانب جھٹکا دیا۔ نقاب پوش لڑھکتا ہوا دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اسی لمحے باہر سے کسی نے دروازہ کھول دیا۔ نقاب پوش ایک دم پیچھے ہٹا اور نیچے جھک کر کمبل کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ پھر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور دروازے سے نکل کر کسی بدکے ہوئے گھوڑے کی طرح بھاگتا چلا گیا۔ میں نے بتی روشن کر دی۔ شور کی آواز سن کر ڈورس بھی بیدار ہو گئی تھی۔ "یہ شور کیسا تھا۔؟" اس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم دونوں کشتی کر رہے تھے۔؟"

"ایک چور کمرے میں گھس آیا تھا۔" میں نے کہا۔ "ابھی ابھی بھاگ گیا ہے۔"

"تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا۔؟"

"محض وقت ضائع ہوتا۔" شامی نے کہا۔ "وہ جس مقصد کے لئے آیا تھا اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھا۔ وہ بدحواسی میں فائر بھی کر سکتا تھا۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی بھی بند ہو چکی تھی۔ شامی نے کمبل بستر پر ڈال دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ شاید دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ ڈورس اپنا گاؤن درست کرتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں سے اب خوف جھانک رہا تھا۔ "یہ چور یہاں کیا کرنے آیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"چور ایک ہی کام آتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ ان لوگوں کا ساتھی تھا جنہوں نے ہمارے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"لیکن وہ بند دروازے سے کس طرح اندر داخل ہو گیا....؟"

یہ بات واقعی قابلِ غور تھی۔ کیونکہ سونے سے پہلے ہم نے دروازہ مقفل کر دیا تھا اور یقیناً وہ اکیلا نہیں تھا۔ باہر اس کا ساتھی بھی موجود تھا۔ جس نے بروقت دروازہ کھول کر اسے فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ اگر شامی پائپ کو ٹی وی کے اندر نہ چھپاتا تو اب تک وہ غائب ہو چکا ہوتا۔ رات کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ میں اور شامی اس کمرے میں سو جائیں جس میں پائپ تھا لیکن ڈورس کو یہ تجویز منظور نہیں تھی۔ "میں اس کمرے میں اکیلی نہیں سو سکتی۔" اس نے کہا۔

"لیکن دوسرے کمرے میں سونا تمہارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"خطرہ تو اس کمرے میں بھی ہے۔" ڈورس نے کہا۔ "بلکہ اس کمرے میں زیادہ خطرہ ہے۔ انہیں پتہ ہے کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ میں اکیلا پائپ والے کمرے میں سوؤں گا، شامی اور ڈورس اسی کمرے میں رہیں گے۔

رات کو سونے سے قبل میں نے دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کر لیں۔ مزید احتیاط کے طور پر تکیے کے نیچے پستول بھی رکھ لیا۔ نصف رات کے قریب ایک عجیب آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ وہی اڑن طشتری کی مدھم اور پراسرار آواز۔ رات کے سناٹے میں پورے ماحول پر محیط ہوتی تھی۔ دہشت کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ کمرے کی دیوار پر گلابی رنگ کی روشنی کا ایک ہالہ سا حرکت کر رہا تھا۔ میں اپنے بستر پر بیٹھ گیا اس ہالے کو گھورنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ نصف کمرے کا چکر لگانے کے بعد بالآخر وہ ٹی وی کے اوپر آ کر رک گیا۔ جب میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ روشنی کی ایک پتلی سی شعاع کھڑکی کے شیشے کی راہ سے اندر داخل ہو رہی تھی اور یقیناً اس شعاع کا تعلق آسمان کی وسعتوں میں اڑنے والی طشتری سے تھا۔ چند لمحوں تک وہ ہالہ ٹی وی کے اوپر نظر آتا رہا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ایک طویل وقفے تک اپنی جگہ پر بے حرکت بیٹھا رہا۔ پھر میں نے اٹھ کر کھڑکی کھولی اور باہر جھانکا۔ باہر مدھم چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان پر بےشمار ستارے چمک رہے تھے۔ اڑن طشتری کی آواز اب معدوم ہو چکی تھی۔ میں نے کھڑکی بند کر دی اور ٹی وی کا جائزہ لینے لگا۔ اندر ہونے والی مدھم روشنی سے پتہ چلتا تھا کہ پائپ ابھی اندر ہی ہے۔ اس لمحے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں تیزی سے پستول کی طرف لپکا۔ "یوسف دروازہ کھولو۔" باہر سے شامی کی آواز آئی۔

"یہ میں ہوں کامران شامی۔" میں نے دروازہ کھولا۔ اس نے شانے اچکا کر کہا۔ "شکر ہے کہ تم جاگ رہے ہو۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔؟"

"تھوڑی دیر پہلے میں نے روشنی کا ایک ہالہ دیکھا تھا۔" میں نے کہا۔

"اور اڑن طشتری کی آواز بھی سنی تھی۔"

"جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" اس نے کہا۔ "ہم ابھی روانہ ہو رہے ہیں۔ ڈورس کو بھی تیاری کے لئے کہہ دیا ہے۔" پھر اس نے ٹی وی کے اندر سے چمکدار پائپ نکالا اور ہیکسا بلیڈ سے اس کے دو ٹکڑے کر لئے۔ ایک ٹکڑا چھ انچ لمبا اور دوسرا ایک فٹ لمبا۔

نصف گھنٹے بعد ہماری کار ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ ابھی ہم نے چند میل فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ پیچھے ایک کار دکھائی دی۔

"شاید ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔" ڈورس نے کہا۔

"ہاں۔" شامی نے کہا۔ "ہنری اور جونز ہیں۔ دونوں کل سے ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔"

میں نے لاشعوری طور پر رفتار بڑھا دی۔ لیکن شامی نے کہا کہ زیادہ

کرکٹ کی گیند کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی کمرے میں جا گری۔ جب خاتون خانہ نے گلی میں جھانک کر دیکھا تو انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ گلی سنسان تھی۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد ایک نو دس سالہ لڑکے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتیں، لڑکا بول پڑا: "مجھے افسوس ہے کہ آپ کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ گیا، مگر فکر مت کیجئے، میرے والد دوسرا شیشہ لے کر آ ہی رہے ہیں۔"
خاتون کو کچھ سوچنے کی مہلت بھی نہ ملی اور لڑکا کمرے میں سے گیند اٹھا کر ہوا ہو گیا۔ لڑکے کے جانے سے قبل ایک آدمی کھڑکی کا شیشہ لے کر آ گیا تھا اور اب اپنے کام میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب شیشہ لگ گیا تو اس نے پلٹ کر خاتون سے کہا: "اس شیشے کے اٹھائیس روپے ہوں گے۔"
"اٹھائیس روپے؟ مگر کیوں؟ کیا تم اس لڑکے کے باپ نہیں ہو؟" خاتون نے پوچھا۔
اس شخص کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔ اس نے کہا: "کیا آپ اس لڑکے کی ماں نہیں ہیں۔۔؟"

تیز رفتاری کی ضرورت نہیں۔ اس وقت بھی ہم ساٹھ میل کی رفتار سے جا رہے تھے۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پچھلی کار رفتہ رفتہ درمیانی فاصلہ کم کر رہی تھی۔ کم و بیش دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے عقب نما آئینے میں ایک حیرت انگیز چیز دیکھی۔ دور سیاہ آسمان پر ایک متحرک ستارہ تیزی سے نیچے کی طرف آ رہا تھا۔ خوف کی وجہ سے میری ہتھیلیوں میں پسینہ آ گیا۔ چند لمحوں کے اندر فضا اس پر ہیبت آواز سے معمور ہو گئی جو ہمارے لئے دہشت کی علامت بن چکی تھی۔ وہ متحرک ستارہ لحظہ بلحظہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔

پچھلی کار کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ اڑن طشتری سے خارج ہونے والی روشنی زمین پر پہنچنا شروع ہو گئی تھی۔ سڑک دور دور تک ویران پڑی تھی۔ ہماری دو کاروں کے سوا کوئی ٹریفک نہیں تھا۔ شامی نے کپڑوں میں لپٹا ہوا پائپ کا چھوٹا والا ٹکڑا نکالا اور اسے کھڑکی سے باہر نکال کر پچھلی کار والوں کے سامنے لہرایا اور ساتھ ہی مجھے ہارن بجانے کے لئے کہا۔ جواب میں پچھلی کار نے بھی ہارن بجایا۔ اس وقت ہمارا درمیانی فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ تھا۔ لیکن واضح طور پر پچھلی کار والوں نے پائپ دیکھ لیا تھا۔ شامی نے مجھے کار کی رفتار کم کرنے کو کہا اور جب دوسری کار پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر پہنچ گئی تو اس نے پائپ کا ٹکڑا سڑک پر اچھال دیا۔
"رفتار تیز کر دو۔" اس نے کہا: "وقتی طور پر خطرہ ٹل گیا ہے۔"
پچھلی کار کے بریک چرچرائے اور وہ پائپ کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ میں نے عقب نما آئینے میں ایک آدمی کو باہر نکلتے دیکھا۔ پھر ان کی کار نے یوٹرن لیا اور واپس جانے لگی۔ اس لمحے اڑن طشتری ان کے سروں پر پہنچ چکی تھی۔ اس کے اندر سے خارج ہونے والی روشنی رنگ بدل رہی تھی۔ ہنری اور جونز کی کار یوٹرن لینے کے بعد اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی تھی۔ دفعتاً طشتری کے اندر سے تیز نیلی شعاع برآمد ہوئی اور کار شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی طشتری آسمان کی وسعتوں کی طرف پرواز کر گئی۔
شام تک ہم بغیر کسی رکاوٹ کے پورٹ آرتھر پہنچ گئے۔ شوئلر اور اس کی پرسنل اسسٹنٹ ایلنا لارسن پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ رسمی بات چیت کے بعد شامی نے پائپ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے پائپ اٹھایا اور سحر زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کسی اندرونی خوشی کے باعث چمکنے لگیں۔ ایک خطیر دولت صرف کر کے اس نے اپنے شوق کی تسکین کر لی تھی۔
"حیرت انگیز۔" اس نے کہا: "میرا خیال تھا کہ تم ہمت ہار جاؤ گے۔"
"ہاں۔ لیکن تمہاری یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔"
"کیا مطلب؟" شوئلر نے حیرانی سے پوچھا۔
"تمہارے دو آدمی۔" شامی نے کہا: "ہنری سامر اور جونز سامر نے ہر مرحلے پر ہمیں ختم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔"
"تفصیل سے بات کرو مسٹر شامی۔"
"تفصیل سے بات کرنے کا وقت نہیں۔" شامی نے کہا: "کچھ تفصیلات تمہیں کل کے اخبارات میں مل جائیں گی اور باقی مس ڈورس بیکر کی زبانی سن لینا۔ اب اگر تم چیک بنا دو تو ہم یہاں سے رخصت ہوں۔ اور ہاں اس میں اخراجات کے اٹھارہ ہزار دو ڈالر بھی شامل کر لینا۔"
"تمہارا پروگرام کیا ہے؟"
"ہم یہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ٹورنٹو جا رہے ہیں اور وہاں ایک دن رکنے کے بعد واپس پاکستان۔"
شوئلر نے اپنے بریف کیس میں سے چیک بک نکالی اور چیک لکھ کر شامی کے حوالے کر دیا۔ اگلے روز ہم ٹورنٹو پہنچ گئے۔ شام کے اخبار میں ایک ہوائی حادثے کی خبر چھپی تھی۔ خبر کے مطابق یہ جہاز معمول کے مطابق پرواز کر رہا تھا کہ اچانک اس کے کپتان نے گھبرائی ہوئی آواز میں پیغام دیا کہ ایک اڑن طشتری ان کی طرف بڑھتی آ رہی ہے۔ پھر جہاز سے کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکا کیونکہ اچانک اس میں آگ لگ گئی اور وہ گر کر تباہ ہو گیا۔ اس جہاز میں امریکہ کا کروڑ پتی والٹر شوئلر بھی سفر کر رہا تھا۔
میں نے اور کامران نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو گویا کتابوں میں لکھی وہ بات درست تھی کہ اڑن طشتری کی مخلوق اپنی کسی چیز کو زمین پر نہیں رہنے دیتی۔ انہوں نے شوئلر کے پاس موجود پائپ کا ٹکڑا واپس لینے کے لئے جہاز تباہ کر دیا تھا۔